رمضان المبارک ۱۳۹۰ ہجری قمری

نبوت ۱۳۴۹ ہجری شمسی

عام سالانہ اشتراک:

پاکستان	۷ روپے
بیرونی ممالک	ایک پاؤنڈ
،، ہوائی ڈاک	دو پاؤنڈ

معاونین خاص برائے پانچ سال

پاکستان چالیس روپے

بیرونی ممالک:

مقررہ چندہ کا پانچ گنا

مدیر مسئول

ابو العطاء جالندھری

قیمت فی پرچہ ۷۰ پیسے

۱۹۵۲ میں وزیراعظم پاکستان سے ملاقات کرنے والا احمدی وفد

حضرت امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حکم سے یہ وفد کراچی گیا تھا۔

نام ارکان وفد (دائیں سے) ۱۔ ابوالعطاء جالندھری ۲۔ محترم ملک عبدالرحمن صاحب خادم ایڈوکیٹ مرحوم ۳۔ محترم شیخ بشیراحمد صاحب سنئیر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ ۴۔ محترم جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم ۵۔ محترم جناب مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے مرحوم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۰ شمارہ ۱۱ | ماہنامہ **الفرقان** ربوہ نومبر ۱۹۷۰ء | رمضان المبارک ۱۳۹۰ ہجری قمری، نبوت ۱۳۴۹ ہجری شمسی

ادارۂ تحریر

ایڈیٹر:- ابوالعطاء جالندھری

نائبین:-

۱- دوست محمد شاہد مولوی فاضل مؤرخ احمدیت

۲- عطاء المجیب راشد ایم - اے مبلغ اسلام لندن

۳- عطاء الکریم شاہد بی - اے مربی سلسلہ احمدیہ

- جناب وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین صاحب سے جماعت احمدیہ کے وفد کی تاریخی ملاقات — صـ۲
- البیان (سورۃ المائدہ ع کا سلیس ترجمہ و تفسیری نوٹ) — صـ۹
- درس الحدیث (سوتے وقت کی دعائیں) — صـ۱۴
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں ایک مولوی کی آمد (نظم) — صـ۳۰
- اسلام کے روزوں کی فضیلت — صـ۳۲
- قلم بدست (نظم) — صـ۴۰
- شذرات — صـ۴۱
- ہائی کورٹ کا فیصلہ اردو ترجمہ و اصل انگریزی — صـ۴۹

حکومتِ پاکستان کی توجہ کے لئے!

"مجلس احرار اسلام کے صدر جناب سید ابوذر بخاری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب تو ہر جماعت نے اسلامی آئین کی رٹ لگا رکھی ہے کیا کسی نے مسئلہ ختم نبوت کو حل کرانے کا وعدہ کیا ہے افسوس کہ کسی جماعت کے منشور میں مسئلہ ختم نبوت کا ذکر نہیں آیا۔ انہوں نے کہا۔ اگر ہم مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تین دن کے اندر اندر احمدیوں کو کہیں گے کہ وہ مسلمان بن جائیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو تین دن کے بعد تمام کو تختۂ دار پر لٹکا کر قتل کر دیا جائے گا۔"

(روزنامہ کوہستان لاہور ۱۴ر اکتوبر ۷۰ء صـ۵)

مظلوم احمدی جماعت تو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ پڑھتی ہوئی آستانۂ احدیت پر جھک رہی ہے مگر سوال یہ ہے کہ حکومت کا کیا فرض ہے؟

اداریہ

وزیرِ اعظم پاکستان جناب خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم سے تاریخی ملاقات

جماعتِ احمدیہ کے وفد کی گفتگو کا خلاصہ

ختمِ نبوّت جماعتِ احمدیہ کا بنیادی عقیدہ ہے!

ارکانِ وفد

سنہ ۱۹۵۲ء میں "فساداتِ پنجاب" کا آغاز ہو چکا تھا۔ جماعتِ احمدیہ کے خلاف ہنگامے شروع تھے۔ علماء کے وفود وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم سے مل کر جماعت کے بارے میں مختلف غلط فہمیاں پیدا کر رہے تھے۔ جماعت کو ختمِ نبوّت کا منکر ٹھہرایا جا رہا تھا اور اسے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے ہو رہے تھے۔ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک وفد تجویز فرمایا جو کراچی جا کر وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین صاحب سے ملاقات کرے اور حقیقتِ حال سے انہیں مطلع کرے۔ اس وفد میں (۱) جناب مولوی عبد الرحیم صاحب دردؔ ایم اے ناظر امور عامہ ربوہ (۲) جناب مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ (۳) جناب شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ لاہور (۴) جناب ملک عبد الرحمٰن صاحب خادمؔ ایڈووکیٹ گجرات اور (۵) خاکسار ابو العطاء جالندھری شامل تھے۔

جناب مودودی صاحب سے ملاقات

ہم سب محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی کوٹھی ٹمپل روڈ لاہور پر جمع ہوئے۔ پہلے دن کراچی کے لئے ریل میں سیٹیں ریزرو نہ ہو سکیں ہمیں ایک رات لاہور میں قیام کرنا پڑا۔ شام کے وقت مولوی عبد الرحیم صاحب نے محترم شیخ بشیر احمد صاحب کو فون کیا کہ آج جناب مودودی صاحب سے ملاقات ہو سکتی ہے اگر چاہیں تو آجائیں۔ جناب شیخ صاحب موصوف، جناب مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ مرحوم اور خاکسار بذریعہ کار جناب مودودی صاحب کے مکان پر پہنچ گئے۔ وہ گویا ملاقات کے لئے تیار ہی بیٹھے تھے۔ کہنے لگے کہ اچھا ہوا کہ آپ لوگ آگئے میں چاہتا ہی تھا کہ جماعت احمدیہ کے کوئی

نمائندے مل جائیں تو میں آپ کے امام کو ایک پیغام
بھجواؤں۔ ہم نے کہا کہ فرمائیے کیا پیغام ہے؟ جناب
مودودی صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگ جاکر اپنے
امام سے کہیں کہ اس وقت جماعت احمدیہ کے خلاف
سخت شورش برپا ہے اور شدید خونریزی کا خطرہ
ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ آپ خاموشی سے اپنے آپ کو
غیر مسلم اقلیت تسلیم کرلیں یا پھر وہ عقائد اختیار
کریں جو ہمیں گوارا ہوں ورنہ سخت خطرہ ہے۔

میں مودودی صاحب سے پٹھانکوٹ کے
دارالاسلام میں بھی اسی طرح گفتگو کرچکا تھا اور غالباً
اس مجلس میں میں ان کے قریب اور سامنے تھا۔ میں
نے جواباً عرض کیا کہ جناب آپ نے ہمیں کیا پیغام
دیا ہے؟ یہ پیغام ہم اپنے امام ایدہ اللہ بنصرہ کو
کس طرح دے سکتے ہیں۔ اس پیغام کو تو سُن کر ہم
خود شرمندہ ہیں کہ آپ ہمیں کیا کہہ رہے ہیں۔ الٰہی
جماعتوں کی مخالفتیں ہوتی آئی ہیں اور نصف صدی
سے زیادہ عرصہ سے اس ملک میں بھی جماعت احمدیہ
کی مخالفت ہو رہی ہے۔ یہ وہی مخالفت ہے۔

مودودی صاحب نے ناصحانہ انداز میں کہا کہ
آپ میری بات مان لیں اور یہ پیغام اپنے امام کو
پہنچا دیں۔ اس مرتبہ کی مخالفت عام مخالفت نہیں
یہ بہت گہری ہے اور اس کے نتائج بڑے سخت
ہیں ــــ خاکسار نے مودودی صاحب سے پھر
زور سے کہا کہ پیغام دینے کا تو سوال ہی نہیں ہے
ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ مخالفت بھی بعینہٖ ویسی ہی ہے
جیسی جملہ نبیوں کے وقت میں ہوتی رہی ہے۔
ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے
کہ مخالفتوں کے باوجود الٰہی جماعت ہی اپنے
مقصد میں کامیاب ہوتی رہی ہے۔ آج بھی یہی
نظارہ دُہرایا جائے گا۔

پھر میں نے کہا کہ جناب معاملہ دو حال سے
خالی نہیں یا تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام
اپنے دعویٔ ماموریت میں سچے ہیں یا معاذ اللہ جھوٹے
اور مفتری ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں اور ہمیں کامل یقین
ہے کہ وہ سچے ہیں تو اِس مخالفت سے کچھ احمدیوں
کے گھر جلائے جاسکتے ہیں، ان کی فصلیں اجاڑی جاسکتی
ہیں، ان کی دکانیں لوٹی جاسکتی ہیں، ان میں سے بعض
کو شہید بھی کیا جاسکتا ہے مگر یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ
اللہ تعالیٰ کی جاری کردہ تحریک کو مٹایا جاسکے یا
اس کی قائم کردہ جماعت کو نابود کر دیا جائے۔
اور اگر خدانخواستہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ
مفتری اور جھوٹے تھے جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو پھر
آپ کو ان کی جماعت سے کیا ہمدردی ہے اگر ایسی
جماعت نے کل ہلاک ہونا ہے تو اسے آج ہلاک
کردینا اچھا ہے اسلئے آپ کے پیغام دینے کا
عقلاً بھی کوئی سوال نہیں ہے۔

اس مرحلہ پر گفتگو دیگر مذہبی و سیاسی
مسائل کے متعلق جاری ہوگئی اور خاکسار کے علاوہ
محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب اور محترم جناب مولانا
شمس صاحب مرحوم بھی گفتگو فرماتے رہے۔ اس

گفتگو میں مسلمان کی تعریف اور جماعت کے خلاف ہنگامہ آرائی کا جواز بھی زیر بحث آیا۔

جناب وزیر اعظم کے کمرے میں

دوسرے روز ہم کراچی کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ جولائی ۱۹۵۲ء کے آخری ایام تھے یا اگست ۱۹۵۲ء کے شروع کے دن تھے۔ ہمارا قیام ایک ہوٹل میں تھا۔ امیر وفد جناب مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے ہر رکن کے ذمہ الگ مضمون مقرر کر دیا اور ہم سب نے باقاعدہ حوالے نوٹ کر لئے۔ اصل کتابیں ساتھ رکھ لیں۔ مقررہ تاریخ پر ہم سب وزیر [illegible] ناظم الدین صاحب مرحوم کے بالائی کمرہ میں حاضر ہوئے۔ بڑے میز کے ایک طرف خواجہ صاحب موصوف کے علاوہ سردار عبدالرب صاحب نشتر، میاں مشتاق احمد صاحب گورمانی، فضل الرحمٰن صاحب بنگالی اور خواجہ صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری تشریف فرما تھے اور میز کے دوسری طرف علی الترتیب خاکسار ابوالعطاء، محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم، محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم، محترم شیخ بشیر احمد صاحب اور محترم مولانا عبدالرحیم صاحب درد مرحوم بیٹھے تھے۔ ہمارے امیر وفد نے خواجہ صاحب اور دیگر وزیروں سے ہم سب کا تعارف کرایا اور یہ بھی فرمایا کہ پہلے ہماری طرف سے ابوالعطاء صاحب بات کریں گے۔

مسئلہ ختم نبوت پر گفتگو

خاکسار نے آغاز گفتگو یوں کیا کہ ہم احمدی بھی پاکستان کے آزاد شہری ہیں اور ہمیں بھی اس ملک میں تمام باشندوں کی طرح مساوی حقوق حاصل ہیں۔ آپ اس ملک کے ذمہ وار وزراء ہیں۔ آپ کے پاس ہمارے مخالف علماء نے آکر ہمارے خلاف بہت سی باتیں کہی ہیں ہم اس بارے میں وضاحت کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں امید ہے کہ آپ [illegible]ی باتوں کو بھی پوری توجہ سے سماعت فرمائیں گے۔

میں نے جناب وزیر اعظم صاحب کو توجہ دلاتے ہوئے عرض کیا کہ علماء کے جو وفود آپ کو ملے ہیں انہوں نے آپ سے کہا ہوگا کہ احمدی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ محترم جناب خواجہ صاحب مرحوم نے اثبات میں جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں صرف اس حصہ کے متعلق وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانتے ہیں انہوں نے ہمیں فرمایا ہے کہ:-

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر

عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۳)

مَیں نے مؤثر انداز میں یہ عبارت پڑھتے ہوئے اصل کتاب جناب وزیر اعظم صاحب کے سامنے رکھ دی اور پھر عرض کیا کہ جب ہمیں بانی سلسلہ احمدیہ نے قرآن مجید پر ایسے مضبوط ایمان کی تلقین فرمائی ہے اور قرآن مجید کی صریح نص ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو اب یہ امکان کس طرح پیدا ہو سکتا ہے کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کریں؟ ایسا الزام سراسر غلط اور باطل ہے۔

مَیں نے عرض کیا۔ محترم وزرائے کرام! اگر علماء یہ کہتے کہ خاتم النبیین کے معنوں اور تفسیر میں ہمارا احمدیوں سے اختلاف ہے تو بات قدرے معقول ہوتی مگر انہوں نے تو آپ کو بھی اور سارے ملک کے باشندوں کو بھی یہ کہا ہے کہ احمدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ زعم ہرگز درست نہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دس حوالے

پھر مَیں نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتب سے مندرجہ ذیل دس حوالہ جات مجلس میں بلند آواز سے سنائے اور ہر حوالہ پر اصل کتاب میز پر کھول کر سامنے رکھ دی جاتی تھی۔ وہ حوالہ جات یہ ہیں:-

(۱) "مَیں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(اشتہار تقریر واجب الاعلان صفحہ ۵ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

(۲) "مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ مَیں کافر نہیں۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر میرا عقیدہ ہے اور وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔" (کرامات الصادقین ص۲۵ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

(۳) "ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔"
(ایام الصلح ص۸۶-۸۷ مجریہ ۱۸۹۹ء)

(۴) "عقیدے کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔" (کشتی نوح ص۱۵ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۵) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا۔ اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔"
(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ص۶-۷ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۶) "مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔"
(اخبار الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

(۷) "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔" (تجلیات الٰہیہ ص۲۶ مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

(۸) "وان نبیّنا خاتم الانبیاء ولا نبیّ بعدہٗ الّا الّذی ینوّر بنورہٖ ویکون ظہورہ ظلّ ظہورہٖ۔"
(الاستفتاء ص۲۳ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

(۹) "اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"
(حقیقۃ الوحی ص۹۷ حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

(۱۰) "خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

ان دس حوالہ جات کے پڑھنے سے اس مجلس میں عجیب موقعہ پیدا ہو گیا تھا الحمد للہ۔ میں نے کہا کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، خود بانی سلسلہ احمدیہ کے کلمات آپ کے سامنے ہیں، کتابیں موجود ہیں تو پھر کسی مولوی صاحب کا یہ کہنا کیا وزن رکھتا ہے کہ احمدی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے؟

سلف صالحین کے اقتباسات کا تذکرہ

میں نے واضح کیا کہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیین تو احمدی بھی مانتے ہیں اور غیر احمدی بھی۔ اس تفسیر میں بھی دونوں فریق متفق ہیں کہ خاتم النبیین کے رُو سے نئی شریعت والا نبی نہیں آ سکتا۔ اس مرحلہ پر خاکسار نے سلف صالحین کے دس اقتباسات عربی و اردو میں پیش کئے اور اصل کتابیں میز پر رکھ دیں۔ ان اقتباسات کا خلاصہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع صرف تشریعی نبوت کا ہے۔

پھر میں نے واضح کیا کہ ہمارے معنوں کے رُو سے فیوض محمدیہ جاری ہیں اور آنحضرتؐ کی پیروی سے خیر اُمت کے افراد کو وہ تمام انعام مل سکتے ہیں جو پہلی اُمتوں کو ملے تھے۔ ان معنوں کے رُو سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور برتری نمایاں ہوتی ہے۔

ختم نبوت میں نہیں بلکہ آنے والے موعود شخص میں اختلاف ہے

پچیس تیس منٹ کے اس بیان کے آخر میں میں نے کہا کہ درحقیقت تو خاتمیت محمدیہ کے بارے میں ہمارے اور دوسرے علماء میں اختلاف کا کوئی سوال نہیں۔ وہ بھی ایک مسیح موعود کے اُمت میں آنے کے قائل ہیں اور ہم بھی۔ اور دونوں فریق حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنیوالے مسیح موعود کو آنحضرت کا تابع نبی مانتے ہیں جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد اُمتی اور تابع نبی آ سکتا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف تو صرف شخصیت میں ہے کہ اُمت محمدیہ کا مسیح موعود کون ہے؟ آیا حضرت عیسیٰ بن مریم ہیں جنہیں قرآن مجید نے صرف رَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ قرار دیا ہے یا اُمت محمدیہ کا ایک فرد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اُمتی ہے۔ پس جماعت احمدیہ پر یہ الزام سراسر خلاف واقعہ ہے کہ ہم معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ ہم حضور علیہ السلام کو پورے یقین سے اور حقیقی رنگ میں خاتم النبیین مانتے ہیں۔

میری تقریر کے دوران دو ایک موقعہ پر مکرم سردار عبدالوہاب صاحب نشتر نے سوال کئے تھے جن کے خاکسار نے جواب دیدیئے مگر جناب خواجہ ناظم الدین صاحب کی خواہش تھی کہ تقریر کا تسلسل قائم رہے اور سوال بعد میں ہوں۔

دیگر مسائل پر گفتگو

• جب مَیں آخری حصۂ بیان پر پہنچا تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ پوائنٹ تو واضح ہو چکا ہے اب دوسرے صاحب بیان شروع کریں۔ اس پر حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم نے مخالفین کی اشتعال انگیزی پر مدلل تقریر فرمائی اور اخبارات کے حوالے پیش فرمائے۔ یاد رہے کہ شروع سے ہی مخالف علماء برآمدہ میں ہمارے بیانات سُن رہے تھے وہ بعض کتابیں وزراء کرام کو بھجوانے لگے جس پر مجلس کا رنگ کچھ بدل گیا۔ تیسرے نمبر پر جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مرحوم نے جب مختلف فرقوں کے علماء کے باہمی فتووں کے انبار پیش فرمائے تو خواجہ صاحب موصوف حیران رہ گئے کہ علماء نے بات کہاں تک پہنچا دی ہے۔ اسی دوران مکرم فضل الرحمٰن صاحب بنگالی بول پڑے کہ ہم آپ لوگوں کو اب تک بد... کرتے رہے ہیں آئندہ یہ صورت نہ ہو گی۔ اس کے جواب میں محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے نہایت غیورانہ جواب دیا کہ آپ لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا خاص سلوک یا رعایت کی ہے اور آپ آئندہ کیا کریں گے گفتگو میں قدرے تلخی پیدا ہو گئی۔ گفتگو کا یہ حصہ زیادہ تر انگریزی میں ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے بھی اس میں مؤثر حصہ لیا اور جماعت کی خدمات پاکستان کا بھی تذکرہ فرمایا نیز بتلایا کہ ہم تو اپنے اصول کے مطابق حکومت سے تعاون کرتے ہیں۔ یہ ہماری مذہبی تعلیم ہے۔ ہمیں کوئی لالچ یا طمع نہیں ہے۔ اس مرحلہ پر وزیراعظم خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم کی حلیمی اور بردباری نے پھر ماحول کو تحقیقی اور علمی بنا دیا۔ اور قریباً تین گھنٹے کی یہ مجلس آخر نہایت اچھی فضا میں ختم ہوئی۔

وزیراعظم کے مجموعی تاثرات اور اعلان

خواجہ صاحب کے آخری بیان سے مترشح ہوتا تھا کہ ان کے نزدیک جماعت احمدیہ کو منکرِ ختم نبوت ٹھہرانا یا انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینا بے معنی بات ہے۔ البتہ انہوں نے فرمایا کہ مَیں یہ اعلان کر دوں گا کہ سرکاری ملازم تبلیغ نہ کیا کریں اور یہ اعلان سب فرقوں پر یکساں حاوی ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے چند روز بعد یوم پاکستان کے موقعہ پر اپنی تقریر میں یہ اعلان کر دیا تھا۔

اس ملاقات کے بعد سردار عبدالرب صاحب نشتر سے چند روز بعد ایک انفرادی دلچسپ تبلیغی گفتگو ہوئی تھی جو آئندہ درج ہو گی۔ انشاء اللہ العزیز

سُورَۃُ المائدۃ ع ۴

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

یاد کرو جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کو یاد کرو جو

عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا

اس نے تم پر فرمایا جبکہ اس نے تمہارے درمیان انبیاء مقرر فرمائے اور تم کو بادشاہ بنایا

وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○

اور تمہیں وہ انعامات عطا فرمائے جو اس سے قبل اس نے دوسری قوموں میں سے کسی کو نہ دیئے تھے۔

تفسیر: اس رکوع کی سات آیات ہیں۔ اس رکوع میں بنی اسرائیل کی دون ہمتی اور الٰہی وعدوں پر ان کے عدم یقین کا تذکرہ ہے جس میں مسلمانوں کے لئے یہ سبق ہے کہ وہ ایسا نہ کریں ورنہ ان کا بھی یہودیوں ایسا انجام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظالمانہ چنگل سے نجات بخشی اور ان کو ایک آزاد اور پاک سرزمین میں آباد کرنے کے لئے فلسطین کی طرف لایا۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نہایت حسین اور شاندار جلوے دکھائے تھے۔ ان کے دشمن فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کو ان کی آنکھوں کے سامنے سمندر میں غرق کر دیا اور غیر معمولی سامانوں کے ذریعہ بنی اسرائیل کو ساحل نجات پر پہنچایا لیکن بایں ہمہ یہ قوم ایسی کم ہمت ثابت ہوئی کہ فلسطینی قوموں، حتی اور یبوسی لوگوں کو دیکھ کر مقابلہ سے پیٹھ پھیر لی۔ قربانی سے گریز کرنے والی قوموں کا جو حال ہوا کرتا ہے وہی بنی اسرائیل کا ہوا۔ وہ ذلیل

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ

اے میری قوم! اس ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی

لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ○

ہے اور اپنی پیٹھوں کی طرف پیچھے مت مڑو ورنہ تم خائب و خاسر ہو کر لوٹو گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ

انہوں نے جواب میں کہا کہ اے موسیٰ! اس ارض مقدسہ میں تو شاہ زور اور جابر لوگ بستے ہیں اور ہم اس سرزمین میں اس وقت تک

نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا

داخل نہیں ہو سکتے جب تک وہ اس سے نکل نہ جائیں۔ البتہ اگر وہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تو ہم یقیناً

موعود ارض مقدسہ میں داخل ہونے سے محروم ہو گئی۔

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی بنی اسرائیل کو ان خصوصی انعامات کے یاد رکھنے کا ارشاد فرمایا ہے جو آن پر کئے گئے تھے۔ **ایک نعمت** یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں نبی مبعوث فرمائے۔ اور دوسری **نعمت** یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بادشاہت عطا فرمائی اور ان میں بادشاہ پیدا کئے۔ پھر تیسری **نعمت** یہ بتلائی کہ قرب الٰہی اور طمانیت کا آج تم کو خاص انعام ملا ہے جو اور قوموں کو اس رنگ میں یہ انعام نصیب نہیں ہوا تھا۔

نعمت الٰہی کی ہر سہ شقیں بڑی اہم اور بڑی وسیع ہیں۔ آیت سے ظاہر ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا قومی انعام ہے کسی قوم سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت ہے کہ اس قوم میں نعمت نبوت جاری ہو جب کسی قوم سے یہ انعام چھن جائے تو سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم پر ناراض ہے اور اس نے اس قوم کو اپنے انعام سے محروم کر دیا ہے۔ دوسری شق بادشاہت کو قرار دیا ہے یہ بھی ایک **قومی انعام** ہے۔ پہلا انعام یعنی نبوت روحانی نعمتوں کی انتہا ہے اور دوسرا انعام یعنی بادشاہت مادی نعمتوں کی انتہا ہے باقی جملہ نعمتیں ان میں شامل ہیں۔

اس رکوع میں یہ بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل اتنی عظیم نعمتوں سے سرفراز ہونے کے باوجود قربانی سے گریز

دَاخِلُوْنَ ○ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ

داخل ہو جائیں گے۔ ان خوف زدہ لوگوں میں سے دو ایسے مردوں نے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام

اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

فرمایا تھا (اپنی قوم سے) کہا کہ تم مخالفین کے مقابلہ میں دروازہ میں تو داخل ہو جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے

فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

تو تم غلبہ پانیوالے بن جاؤ گے اور اگر تم واقعی مومن ہو تو (اس معرکہ) میں بھی اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرو۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا

قوم کے لوگوں نے جواباً کہا کہ اے موسیٰ! جب تک وہ جابر لوگ اس سرزمین میں ہیں ہم ہرگز ہرگز اس میں کبھی داخل نہ ہونگے۔

کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہو گئے اور موعودہ ارضِ مقدسہ میں وہ نسل داخل نہ ہو سکی۔ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر آواز پر لبیک کہنا ضروری ہے منعم علیہ ہونے کے باوجود انسان کا مغضوب علیہ یا ضال بن جانا ممکن ہے یہ تو رکوع کا خلاصہ ہے۔

پہلی آیت میں نعمتوں کو یاد رکھنے کی تلقین فرمائی ہے نعمت کا یاد رکھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس نعمت کی قدر کی جائے اور اس کا حق ادا کیا جائے۔ اس آیت میں ایک لطیف نکتہ یہ بیان ہوا ہے کہ **نبوت** اور **بادشاہت** ہر دو عظیم نعمتیں ہیں۔ نبی قوم میں اس وقت مبعوث ہوتا ہے جب قوم کی حالت بگڑ جاتی ہے اور بادشاہت اسے اس وقت ملتی ہے جب وہ اپنی اہلیت اور صلاحیت کو اجاگر کر لیتی ہے۔ اسی لئے **جعل فیکم انبیاء** اور **جعلکم ملوکاً** کی ساخت اور ترکیب میں فرق رکھا گیا ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبوت وہ موہبت ہے جس میں قوم کے لوگوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا مگر بادشاہت کی نعمت پانے کے لئے قوم میں صلاحیت بنیادی شرط ہے۔ آیت میں یہ بھی صراحت ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ خود براہِ راست مقرر فرماتا ہے بادشاہت کے انتخاب میں انسانوں کا بھی دخل ہوتا ہے جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بادشاہت سے بہرہ ور ہونیوالی قوم کا ہر فرد معزز ہو جاتا ہے نیز یہ کہ بادشاہت کسی ایک خاندان کی اجارہ داری نہیں ہے یہ تو قومی نعمت ہے۔ ساری قوم اس میں شریک ہوتی ہے۔ اہل افراد

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○

تُو خود اور تیرا رب جا کر ان لوگوں سے جنگ کرتے رہیں یقیناً ہم تو اسی جگہ بیٹھنے والے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا

حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی اے میرے رب! میں تو صرف اپنی جان اور اپنے بھائی پر ہی اختیار رکھتا ہوں تو ہمارے

وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ

اور ان بدعہد لوگوں کے درمیان امتیاز قائم فرما اور فرق کر کے دکھلا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب یہ ارضِ مقدسہ ان لوگوں پر

عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ

چالیس برس تک حرام قرار دیدی گئی ہے۔　یہ لوگ اس ملک میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○　　ع

تُو ان فاسق لوگوں پر افسردہ اور غمگین نہ ہو۔

کو ہی یہ منصب تفویض ہونا چاہیئے۔

آیت کے حصہ وَاٰتٰكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ کو بعض مفسرین نے پہلے دو انعاموں ــ نبوت اور بادشاہت ــ ہی کی تفسیر قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ ہر دو انعام مجموعی طور پر پہلی قوموں کو نہیں ملتے رہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے روحانیت کا تسلسل اور نبیوں کی پے درپے بعثت مراد ہے۔ بنی اسرائیل میں بکثرت نبی ہوتے رہیں۔ الْعٰلَمِيْن سے مراد گزشتہ اور اس زمانہ کے لوگ ہی مراد ہیں جس پر مَا لَمْ يُؤْتِ کو بصورت ماضی لا کر بطور قرینہ ذکر فرمایا ہے۔

دوسری آیت میں بنی اسرائیل کو ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقدر فرمائی تھی۔ وہ سرزمین بے شک اس وقت ان کے لئے موعود تھی مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ اگر تم نے پیٹھ پھیرلی تو ناکام و نامراد ہو جاؤ گے۔

تیسری آیت میں یہ ذکر ہے کہ بنی اسرائیل نے ارضِ کنعان کے قوی اور تندرو باشندوں کو دیکھ کر

مقابلہ کر کے وہاں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ علاقہ از خود خالی ہو جائے تو ہم داخل ہونے کے لئے تیار ہیں۔

چوتھی آیت میں یہ بیان ہے کہ ان میں دو خدا ترس انسانوں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ خدا کے انعام کو اس طرح نہ ٹھکراؤ۔ قرآن مجید نے ان دونوں کو مردانِ خدا قرار دیا ہے۔ مفسرین کی تفاسیر میں ان کے نام یوشع بن نون اور یقنہ بن کالب مذکور ہیں۔ ان بزرگوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ تم یونہی بزدل بنے جا رہے ہو تمہاری فتح تو مقدر ہے مگر اتنی شرط ضرور ہے کہ تم ہمت و کوشش کرو۔ جونہی تم صحیح دروازہ سے داخل ہوئے فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی اور تمہیں غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے آگے بڑھو وہ تمہیں غلبہ و فتح دینے والا ہے۔

پانچویں آیت میں بنی اسرائیل کے انتہائی گستاخانہ جواب کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے مقابلہ سے کلیۃً انکار کر دیا اور یہ کہتے ہوئے وہیں بیٹھ گئے کہ اے موسیٰ! تُو اور تیرا رب جنگ کریں ہم یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔

چھٹی آیت میں حضرت موسیٰؑ کی عاجزانہ دعا کا بیان ہے کہ اے میرے خدا! میں تو اپنی جان اور اپنے بھائی پر ہی اختیار رکھتا ہوں ہم تو حاضر ہیں مگر یہ لوگ عہد شکنی کر رہے ہیں اب تو ہم میں اور ان میں فرق کر کے دکھلا۔ اس آیت کی بناء پر یہ بھی درست معلوم ہوتا ہے کہ رجلان سے مراد خود حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہوں۔ حضرت موسیٰؑ کی یہ دعا ایک رنگ میں بنی اسرائیل کے لئے بد دعا ہے۔

ساتویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سرزمین بنی اسرائیل پر چالیس برس کے لئے حرام کر دی گئی۔ وہ نسل اپنی بداعمالی کے باعث جنگلوں میں بھٹکتی رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر دوسری نسل کو یہ موقعہ ملا کہ وہ اپنی اصلاح کر کے اس سرزمین میں داخل ہوئی۔ اس میں یہ سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اپنے ساتھ **ذمہ داریاں** بھی لاتے ہیں ان کو ادا کر کے ہی قومیں ان وعدوں کی حقدار بنتی ہیں۔

درس حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتے وقت کی دعائیں[1]

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے اور آپ کی اتباع و اقتداء کو محبوبِ الٰہی بننے کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بلحاظ بشر ہماری طرح جاگتے تھے اور سوتے تھے۔ مگر آپ کے جاگنے کی بھی عجیب شان تھی اور آپ کا سونا بھی ایمان افروز تھا آپ کی زندگی کا ہر لمحہ ہمارے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہے

نیند انسانی زندگی کا لازمہ ہے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ اس وقت سوتے وقت کی دعاؤں کا تذکرہ مقصود ہے۔ دس روایات پیش ہیں :-

(۱) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (البخاری)

ترجمہ :- حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر پر سوتے تو اپنے رخسار کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ لیتے اور دعا کرتے کہ اے اللہ! تیرے ہی نام سے میں سوتا ہوں اور تیرے ہی نام سے بیدار ہونگا راوی کہتے ہیں کہ جب حضورؐ نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے (مراد سلانے) کے بعد زندگی (بیداری) بخشی اور آخری طور پر ہمارا اُٹھنا بھی اسی کے حضور ہوگا۔

تشریح :- اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کتنے یقین اور ایمان پر مشتمل یہ دعا ہے۔ قیامت پر ایمان کا کتنا واضح اعلان ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهٖ فَإِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ مَا خَلَفَهٗ

[1] یہ درس انصار اللہ کے سالانہ اجتماع میں ۲۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۷۰ء کو دیا گیا تھا۔ (ابو العطاء)

عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ۔

(البخاری و مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آرام کرنے لگے تو پہلے تہ بند کے پلو سے اپنے بستر کو جھاڑ لے۔ اسے کیا معلوم کہ پیچھے اس کے بستر پر کیا چیز آئی ہے۔ پھر سوتے وقت وہ کہے کہ اے میرے رب! تیرے نام سے ہی میں اپنے پہلو کو بستر پر رکھتا ہوں اور تیری دی ہوئی طاقت سے ہی اسے دوبارہ اٹھا سکوں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم فرمانا اور اگر اسے دوبارہ دنیا میں بھیجے تو اس کی اسی طرح حفاظت کرنا جس طرح تو اپنے نیکوکار بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

تشریح:۔ یہ دعا بھی ایمان سے بھرپور ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے ایمان والا انسان ہی حقیقی لذتِ ایمان سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ گویا انسان ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کے تصرف اور اس کے قبضہ میں ہے انسان کی نگاہ ہر گھڑی اس اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اور قادرِ مطلق پر ہونی چاہیئے۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ۔

(مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آرام کرنے لگتے تو فرماتے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کو حاصل ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور وہ خود ہمارے لئے حاجت روا ہوا اور اس نے ہمیں ٹھکانا عطا فرمایا۔ کتنے انسان ایسے بھی ہیں کہ جن کے لئے کوئی حاجت روا اور پناہ دینے والا نہیں ہے۔

تشریح:۔ سوتے وقت نعمائے الہیہ کا تذکرہ ایمان کو کس قدر بالیدگی بخشتا ہے پھر اس احسان کا احساس کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بے انداز نعمتوں سے نوازا ہے حالانکہ کئی انسان ایسے بھی ہیں جن کو یہ سامان میسر نہیں ہیں۔ یہ احساس ایمان کو بڑھانے والا اور نعمتوں کو زیادہ کرنے والا ہے۔

(۴) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِىْ اِلَيْكَ وَ فَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَ اَلْجَأْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَ لَا مَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَهُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحْتَ لَيْلَتِهٖ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ۔ (البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت البراء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر سونے لگتے تو دائیں پہلو پر لیٹتے اور کہتے کہ اے اللہ! میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنی پوری توجہ سے اپنا رُخ تیری طرف کرتا ہوں اپنا سارا معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تجھی کو رغبت اور خوف کے لحاظ سے اپنا سہارا قرار دیتا ہوں میرے لئے کوئی جائے پناہ اور کوئی جائے فرار تیرے سوا کہیں نہیں ہے میں تیری اس کتاب پر ایمان لاتا ہوں جو تُو نے نازل فرمائی ہے اور تیرے اس نبی کو مانتا ہوں جسے تُو نے مبعوث فرمایا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کے وقت یہ دعا مانگ کر سوتا ہے اگر وہ اس رات فوت ہو جائے تو اس کی موت اسلام اور فطرت پر ہوگی۔

تشریح:۔ سونے کا طریق بھی بتا دیا گیا اور جامع دعا کی گئی۔ یقیناً ان کلمات کو صدق دل سے پڑھنے والا سچا مومن اور فطرت پر مرنے والا قرار پائے گا کتنے پاکیزہ اور حاوی کلمات میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَضَعَ يَدَهٗ تَحْتَ رَأْسِهٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ (الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھتے اور دُعا کرتے کہ اے اللہ! تو مجھے اس دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھیو جس دن تُو اپنے سب بندوں کو جمع کریگا۔

تشریح:۔ عربی میں کہتے ہیں النوم اخو الموت

نیند موت کی بہن ہے۔ نیند سے موت کا تصور سامنے آجاتا ہے اسلئے اس وقت حشر ونشر کا تصور ضرور یاد آجانا چاہیئے۔

(۶) عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ مَضْجَعِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَاْثَمَ اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ

(ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹتے وقت یوں دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں تیرے کریم چہرہ اور تیرے مکمل کلمات کے ذریعہ ان وجودوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جن تمام کی پیشانیاں تیرے قبضہ میں ہیں۔ اے اللہ! تو ہی ہر قسم کے بوجھ اور گناہ کو دور کر سکتا ہے۔ اے اللہ! تیرے لشکروں کو شکست نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی تیرے وعدہ میں تخلف ہوتا ہے۔ تیرے مقابلہ میں کسی مالدار کو اس کا مال اور اس کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔ تو پاک ہے اور تجھے سب حمد حاصل ہے۔

تشریح:۔ ہر چیز قبضۂ قدرتِ الٰہی میں ہے اللہ تعالیٰ ہی انسان کو ہر چیز کے شر والے پہلو سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اسی سے دعا کرنی چاہیئے۔ وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ اس کا غلبۂ دین کا وعدہ ہے جو بہرحال پورا ہوگا۔ اسی کی تسبیح وتحمید پر انسان کی بیداری کا خاتمہ ہونا چاہیئے اور اسی کی تسبیح وتحمید پر بیداری کا آغاز ہونا چاہیئے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَیْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنِّی الدَّيْنَ وَ

اَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ۔ (الترمذی ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آرام فرماتے تو یوں دعا کرتے کہ اے آسمان و زمین اور ہر چیز کے رب، دانوں اور گٹھلیوں کو پھاڑ کر پیدا کرنے والے، توراۃ انجیل اور قرآن کے اتارنے والے! میں ہر شریر چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ ہر چیز تیرے قبضہ میں ہے تو وہ اوّل ہے جس سے پہلے کچھ نہیں ہے اور تو وہ آخر ہے جس کے بعد کچھ نہیں۔ تو وہ ظاہر ہے جس سے اوپر کچھ نہیں ہے۔ تو وہ باطن ہے جس سے ورے کچھ نہیں۔ تو میرے قرض کو ادا فرما اور مجھے فقر سے غنی کردے۔

تشریح:۔ اس جامع دعا کا آخری حصہ کہ میرا قرض ادا ہو اور فقر کو وسعت سے بدلا جائے بڑا مؤثر ہے۔ گویا حقوق کی ادائیگی کا خیال ہر لمحہ رکھنا ضروری ہے۔

(۸) عَنْ اَبِی الْاَزْہَرِ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَضَعْتُ جَنْبِیْ لِلّٰہِ، اَللّٰہُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَخْسِأْ شَیْطَانِیْ وَفُکَّ رِہَانِیْ وَاجْعَلْنِیْ فِی النَّدِیِّ الْاَعْلٰی۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت ابوالازہرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے لگتے تو یوں کہتے کہ میں نے اللہ کی خاطر ہی اپنا پہلو بستر پر رکھا ہے اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ میرے شیطان کو ناکام کر۔ میرے رہنوں کو آزاد فرما اور مجھے بلند اور بابرکت مجلس میں شامل فرما۔

تشریح:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دعا اپنی عجیب شان رکھتی ہے۔ آپؐ اپنی عاجزانہ دعاؤں اور متضرعانہ التجاؤں کو بطور ورد اختیار فرماتے اور ہر وقت آستانۂ الٰہی پر پڑے دکھائی دیتے ہیں۔

(۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَہٗ مِنَ اللَّیْلِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفَانِیْ وَاٰوَانِیْ وَاَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَالَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ وَالَّذِیْ اَعْطَانِیْ فَاَجْزَلَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰہُمَّ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَمَلِیْکَہٗ وَاِلٰہَ کُلِّ شَیْءٍ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو

بستر پر جاتے تو کہتے کہ اللہ کی تعریف ہے جو میرے لئے کافی ہوا۔ اس نے مجھے پناہ دی۔ اس نے مجھے کھلایا اور پلایا اور مجھ پر بڑا ہی فضل فرمایا اور مجھے بہت عطا فرمایا۔ ہر حال میں میں خدا کی حمد کرتا ہوں۔ اے اللہ جو ہر چیز کا رب اور مالک ہے اور ہر چیز کا پروردگار ہے۔ میں آگ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

تشریح :۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جاگتے اور سوتے رب کریم کے احسانات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ اس کے آستانہ پر جھکتے ہیں۔ یہی وہ اُسوۂ حسنہ ہے جسے اختیار کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔

(۱۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَأْوِیْ اِلٰی فِرَاشِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَہٗ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (الحدیث) (الترمذی)

ترجمہ :۔ حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بستر پر جاتے وقت تین مرتبہ یہ دعا پڑھے کہ میں اس خدا سے طلبِ مغفرت کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حیّ و قیوم ہے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے توبہ و استغفار کرنے والے کے گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ وہ سمندر کی جھاگ وغیرہ کی طرح بکثرت ہوں۔

تشریح :۔ توبہ و استغفار پر مداومت کرنے والا انسان کبھی ناکام نہیں رہتا۔ ایک نہ ایک دن اس کے لئے بابِ رحمت وا ہو جاتا ہے اور وہ مغفرت کی چادر میں ڈھانپا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل سے نوازے آمین یا ربّ العالمین +

سیرۃ المہدیؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں ایک حنفی مولوی صاحب کی آمد

"اُمّتِ محمدیہ میں چاروں امام اُمّت کے لئے بطور چار دیواری کے ہیں۔"

"دین میں اجتہاد کا ہر شخص اہل نہیں ہوتا" (حضرت مسیح موعودؑ)

(از جناب چوہدری عبد السلام صاحب اختر ایم۔ اے)[1]

ہیں اب بھی طلعتیں آنکھوں میں اُس دَورِ یگانہ کی
سُناتا ہوں بات اِک اَور ماموزِ زمانہ کی

حضورِ پاکؑ نے دعویٰ جو فرمایا امامت کا
بہ فیضِ حضرتِ ختم الرسُلؐ۔ نورِ نبوت کا

تو آئے سینکڑوں اصحاب تحصیلِ سعادت کو
خدا کے پاک بندے کی زیارت کو۔ ارادت کو

یگانے بھی تھے۔ بیگانے بھی۔ اپنے بھی پرائے بھی
نشانِ حق کی دیواریں بھی۔ دیواروں کے سائے بھی

اِک آئے مولوی صاحب بہ چشم و قلب جویندہ
شعار و سُنّتِ تقلیدِ دیں کی ضَو سے تابندہ

وہ آئے اور لگے کہنے کہ مَیں ہوں حنفی المذہب
سمجھتا ہوں کہ ہے تقلید ہی کُل دیں کا جوہر اب

مقلّد ہوں امامت کا۔ نہ مثبت ہوں نہ منفی ہوں
شعارِ دیں پہ قائم ہوں، مَیں حنفی ہوں مَیں حنفی ہوں

---

[1] نظموں کا یہ سلسلہ محترم جناب عبد السلام صاحب اختر کی طرف سے جاری ہے۔ گزشتہ شمارہ میں صفحہ ۱۹ پر ان کی نظم پر نام کا اندراج سہواً رہ گیا تھا ——— (ادارہ)

حضورِ پاکؐ سُن کر مُسکرائے اور فرمایا
کہ ہم تو خود یہ کہتے ہیں امامت ہے گرانمایہ
امامت کے بغیر۔ ایماں درخشاں ہو نہیں سکتا
چراغِ ملّتِ وحدت! فروزاں ہو نہیں سکتا
جو ہیں چاروں امام اُمّت ہیں۔ وہ ہیں رحمت باری
حقیقت میں یہ اُمّت کے لئے ہیں چار دیواری
نہ ہوتے وہ تو فکر و قلبِ مومن۔ خام ہی رہتا
تجسّس کا عمل۔ اِک جذبۂ ناکام ہی رہتا
کمندِ شوق کی بے رہروی ہوتی خیالوں میں!
اندھیروں کی سیاہی پھیلنے لگتی۔ اُجالوں میں!
مگر یہ یاد رکھو۔ اجتہاد۔ اک ذوقِ کامل ہے
اُسی کو دسترس ہے اس پہ جسکو خود یہ حاصل ہے
سرشتِ ہم نوائی بھی ہو۔ خوئے دلفگاری بھی
اُسی کے دل پہ ہوتا ہے۔ نزولِ ابرِ باری بھی
ہر اک گُل۔ حُسنِ گلشن۔ کا سراپا ہو نہیں سکتا
ہر انسان۔ طُور پہ جانے سے۔ موسیٰ ہو نہیں سکتا
خدا یہ آپ فرماتا ہے اپنے پاک قرآں میں
کہ اس کے پاک بندوں کے قدم اُٹھتے ہیں ایماں میں
یہ اہلِ استقامت۔ ہر قدم پر بڑھتے جاتے ہیں
رضائے حق کی خاطر۔ دار پر بھی چڑھتے جاتے ہیں
اِنہی پاکیزہ بندوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
"جب آتی ہے تو اک عالم کو اِک عالم دکھاتی ہے"
نہیں ہوتا۔ کوئی صدق و اطاعت میں مثیل اُن کا
خدا خود آپ بن جاتا ہے دنیا میں کفیل اُن کا

اسلام کے روزوں کی فضیلت

(از مکرم مولوی نصیر احمد خان صاحب سابق مبلغ مغربی افریقہ)

مذہب کی حقیقی غرض وغایت یہ ہے کہ وہ ایسی تعلیمات دے جن سے انسان گناہوں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرہ) نیز یہ کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذاریات) اس غرض کا حصول تقویٰ، تزکیۂ نفس، تطہیرِ قلب اور پاکیزگیٔ روح کا محتاج ہے اور یہ چیزیں روزہ سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہبِ عالم کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں روزہ کا وجود پایا جاتا ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں بھی لکھا ہے کہ "دنیا کا کوئی باقاعدہ مذہب ایسا نہیں جس میں روزہ کا حکم نہ ملتا ہو"

اگرچہ روزہ کا وجود اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی پایا جاتا ہے لیکن اس کے بارہ میں اُن کی تعلیم اپنی دیگر تعلیمات کی طرح اس قدر افراط وتفریط اور تحریف وتبدّل کا شکار ہو چکی ہے کہ اصل تعلیم کا وجود ہی نہیں ملتا۔ اور جو کچھ ملتا ہے وہ یا تو قابلِ عمل ہی نہیں یا جو حصہ قابلِ عمل نظر آتا ہے وہ اس قدر نامکمل اور ناقص ہے کہ اُس پر عمل کر انسان روزہ کی حقیقی غرض کو ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔

روزہ کے بارہ میں جامع ومانع اور بہترین تعلیم صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے۔

لیکن پیشتر اس کے کہ میں اسلامی تعلیم کو بیان کروں، پہلے دیگر مذاہب کی اس بارہ میں تعلیم کا نہایت مختصر جائزہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں تا کہ اُس کے مقابلہ میں اسلامی روزوں کی فضیلت پوری طرح واضح ہو سکے۔

پہلے یہودی مذہب کو دیکھئے۔ اگرچہ موجودہ یہودیت میں کئی روزے مختلف دنوں میں رکھے جاتے ہیں لیکن ان کے متعلق تورات میں کوئی واضح حکم موجود نہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا نے زیرِ لفظ فاسٹنگ (Fasting) لکھا ہے۔

(ترجمہ) "یہ سب روزے مختلف فرقوں نے اپنے طور پر اختیار کر رکھے ہیں۔ ورنہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے سال میں صرف ایک روزے کی تعلیم دی تھی جس کو چھوڑنے کی سزا موت تھی۔"

اسی طرح ایوری مینز انسائیکلو پیڈیا (Every man's Encyclopedia) میں اسکے متعلق لکھا ہے :-

(ترجمہ) "ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کا روزہ جس کے چھوڑنے کی سزا موت تھی وہی باقاعدہ سنجیدہ قومی روزہ تھا جو موسیٰ (علیہ السلام) کی کتابوں میں مقرر کیا گیا تھا۔"

اب میں تورات سے اس روزہ کے بارہ میں موجودہ اصل عبارت پیش کرتا ہوں لکھا ہے :-

"اور یہ تمہارے لئے ایک دائمی قانون ہو کہ ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو تم اپنی اپنی جان کو دکھ دینا اور اس دن کوئی خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی جو تمہارے بیچ بود و باش رکھتا ہو کسی طرح کا کام نہ کرے۔"

(احبار باب ۱۶- آیت ۲۹)

اگر یہ روزہ کی تعلیم ہے تو اس کا ناقص ہونا صاف ظاہر ہے۔ اوّل تو یہ کہ اس میں روزہ کا لفظ واضح طور پر موجود نہیں البتہ تاویل سے یہ حکم نکالا جا سکتا ہے۔ دوم یہ کہ ایک دن کے روزے سے کیا کمالات روحانیہ حاصل ہو سکتے ہیں اور تزکیہ نفس اور تجلی قلب ہو سکتی ہے؟ الغرض روزے کی غرض ہی پوری نہیں ہو سکتی۔ سوم یہ کہ اگر اس کو چھوڑنے کی سزا موت تھی جیسا کہ حوالہ درج کیا گیا ہے تو یہ کس قدر ظلم تھا۔ کسی کمزور، بیمار یا مسافر وغیرہ کا استثناء نہیں۔ چہارم یہ کہ ہر قسم کے کام سے منع کر کے کاہلی اور بے عملی کا درس دیا گیا ہے کیونکہ اگلی آیت میں اسے خاص آرام کا دن قرار دیا گیا ہے۔ پنجم یہ کہ یہودی روزوں میں چوبیس گھنٹوں کے بعد کھانا کھایا جاتا ہے جو تکلیف مالایطاق ہے۔

پھر تورات کی کتاب خروج میں بھی روزہ کا ذکر آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تو انہوں نے روزہ رکھا۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"سو وہ (یعنی موسیٰ علیہ السلام) چالیس دن اور چالیس رات وہیں خداوند کے پاس رہا۔ اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا۔"

(خروج باب ۳۴- آیت ۲۸)

اگر کہا جائے کہ اس میں یہودی روزے کی تعلیم درج ہے کہ چالیس دن رات تک روزہ رکھا جائے اور اس کا طریق یہ ہو کہ اس تمام عرصہ میں قطعاً کوئی چیز نہ کھائی جائے نہ پی جائے تو یہ

ایک بڑی خطرناک تعلیم ہے۔ یہ تو سرے سے ناقابلِ عمل ہے۔ اس نے روزے کی حکمت اور غرض کو پورا کیا کرنا ہے یہ تو انسان کا کام تمام کردیتی ہے۔ اکتسابِ روحانیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسی تعلیم کو خودکشی تو کہا جاسکتا ہے روزہ نہیں کہا جاسکتا۔ ڈاکٹروں کی رائے میں انسان ایسا فاقہ کرکے آٹھ نو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہمیں بتایا جائے کہ کتنے یہودی ایسے ہیں جو اس روزہ کی برکات سے حصہ لے سکتے ہیں؟ کیونکہ یہ روزے اُن کے خود تراشیدہ روزوں سے زیادہ مستند اور معتبر ہیں۔ اگر وہ ایسا روزہ رکھنے والے ہوتے تو مسئلہ فلسطین کا حل کب کا ہو چکا ہوتا۔

یہودیت کے بعد جب ہم عیسائیت کو دیکھتے ہیں تو اس کا بھی یہی حال پاتے ہیں۔ اس میں بھی روزہ کے متعلق کوئی باقاعدہ قانون و دستور حضرت مسیح علیہ السلام سے مذکور نہیں کہ کون سے روزے رکھے جائیں اور کیسے رکھے جائیں اور اُن کی غرض کس طرح حاصل ہوگی وغیرہ۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں زیرِ لفظ "فاسٹنگ" (Fasting) لکھا ہے :-

"The founder himself, laid down no rules on the subject."

کہ "بانیٔ مذہب (یسوع مسیح) نے روزہ کے بارہ میں کوئی باقاعدہ تعلیم نہیں دی"

اسی طرح انجیل متی میں حضرت مسیح علیہ السلام کے چالیس دن اور چالیس رات والے فاقہ کشی کے روزہ کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"اور چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کرکے آخر کو اُسے بھوک لگی"

(متی باب ۴۔ آیت ۲)

ایسے روزے کے متعلق عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ بالکل ناقابلِ عمل ہے۔ دراصل معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل کی ایسی عبارتیں اصل حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ تحریف و تبدل اور مبالغہ آمیزی کی نذر ہو چکی ہیں۔

عیسائیت کے موجودہ روزوں کے بارہ میں ایوری مینز انسائیکلو پیڈیا (Every mans Encyclopedia) میں لکھا ہے کہ

"اناجیل کے بیان کردہ سب روزے طوعی ہیں۔ کوئی فرض روزہ نہیں ہے۔ نیز یہ کہ رومن کیتھولک فرقہ کے لوگ چالیس دن کے روزے رکھتے ہیں جن میں اُن کو گوشت اور ٹھوس غذاؤں کے کھانے کی ممانعت ہے۔ باقی ہلکی غذاؤں کے کھانے کی اجازت ہے"

ایسی تعلیم بھی روزہ کے متعلق ناقص تعلیم ہے۔ جب

کھانے پینے کی اجازت ہے تو پھر روزہ کیا رہا؟ چائے، بسکٹ، پھل، سبزیاں، دودھ وغیرہ جتنا چاہا کھا پی لیا تو پھر مشکل کیا ہوئی؟ یہ تو اُلٹا تن پروری ہے اس سے روحانیت کہاں مل سکتی ہے اور اصلاح نفس کیا ہو سکتی ہے؟

اسی طرح دی پاپولر انسائیکلوپیڈیا
(The Popular Encyclopedia)
میں لکھا ہے کہ:-

"گرجا کا قانون روزوں کے بارہ میں کوئی ہدایات نہیں بتاتا اور روزوں کے دنوں میں پارلیمنٹ کا جو قانون گوشت کی ممانعت کا نافذ ہوا تھا وہ کسی دینی غرض کی تکمیل کے لئے نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد ماہی گیری اور جہازرانی کو فروغ دینا تھا۔"

اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں یہ خود ہی مضحکہ خیز ہے اور اس سے گوشت کی ممانعت کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔

ہندو مذہب کے روزوں کا بھی یہی حال ہے۔ اُن کے روزوں میں صرف یہ شرط ہے کہ چولھے یعنی آگ پر پکی ہوئی چیز نہیں کھانی۔ اس کے علاوہ وہ سب کچھ کھا پی سکتے ہیں۔ نیز ان کے بعض روزوں کی مختلف شرائط ہیں۔ ان کے ایک روزہ کے متعلق لکھا ہے کہ:-

"برہم کورج = یہ ایک قسم کا ہندو دھرم میں ورت (یعنی روزہ) ہے جس میں پورن ماشی کو دن رات اُپواس (یعنی فاقہ) کرکے دوسرے دن شام کو دودھ، دہی، گھی، گائے کا پیشاب اور گوبر، ان سب پوتر چیزوں کو ملا کر پیتے ہیں۔"

(سنسکرت ڈکشنری پدم چندر کوش بحوالہ اردو "ریویو آف ریلیجنز" نومبر ۱۹۲۳ء)

اس روزہ سے جو پاکیزگی حاصل ہوگی اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

الغرض ان روزوں سے بھی اصل غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہی حال دوسرے مذاہب کنفیوشس ازم، شنٹو ازم، تاؤ ازم وغیرہ کا ہے کہ اُن میں بھی روزوں کے تعلق میں کوئی معقول تعلیم نہیں ملتی۔

اس کے بعد جب ہم بدھ مذہب کو دیکھتے ہیں تو اُس میں بھی روزہ کی تعلیم کو سخت قسم کی افراط و تفریط کا شکار پاتے ہیں۔ حتیٰ کہ خود بانی مذہب حضرت گوتم بدھ علیہ السلام نے اپنے ایجاد کردہ روزہ سے ہار مان لی اور آخر اُس سے متنفر ہو کر اُسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ "دی ورلڈز لِونگ ریلیجنز" (The World's

Living Religions کا
مصنف مسٹر آرکی۔جے۔بہم (Mr. Archie
J. Bahm) لکھتا ہے کہ:-
"جب گوتم بدھ پوری طاقت
میں زاہدانہ زندگی بسر کر رہا تھا تو
اس نے اپنی جان کو اس قدر
مشقتوں میں ڈالا کہ وہ تھک گیا
اور اتنے روزے رکھے اور
فاقہ کشی کی کہ وہ بیہوش ہو گیا۔
آخر کار وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ
اصل مقصد نہ تو نفس پرستی سے
اور نہ ہی نفس کشی سے حاصل
ہو سکتا ہے بلکہ اس کے لئے کسی
درمیانہ راہ کی ضرورت ہے۔"
پھر انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے کہ:-
"موجودہ بدھ مذہب کے پیرو
جو روزے رکھتے ہیں وہ گوتم بدھ
کی تعلیم کے صریح مخالف ہیں۔"
یہ تھی وہ فطرت کی آواز جسے گوتم بدھ بھی
نہ چھپا سکے کہ کامیابی کے لئے میانہ روی اور
اعتدال کی ضرورت ہے۔ اور یہی وہ آواز
ہے جس کی طرف دینِ **اسلام** بلاتا ہے۔
جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-
فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ
النَّاسَ عَلَیْهَا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ
خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔

حقیقت یہ ہے کہ روزہ جیسی مفید
اور بابرکت عبادت کی اصل تعلیم کو دیگر مذاہب
کے پیروؤں نے اپنی جہالت، غفلت اور
بے دینی کے گرد و غبار کے نیچے دبا کر ضائع کر دیا
تھا۔ اول تو جو تعلیم اُن کو دی گئی تھی وہ اکمل
اور اتم اور ہر زمانہ کے لئے مقصود نہ تھی بلکہ
اُن کے خاص زمانوں اور ضروریات کے پیش نظر
تھی۔ مگر جو کچھ بھی تھی وہ اس کو بھی محفوظ نہ رکھ
سکے اور نہ ہی اس کی قدر کی۔ یہ اسلام کا تمام
بنی نوعِ انسان پر ایک عظیم الشان احسان ہے
کہ اس نے روزہ کی تعلیم کو دوبارہ زندہ کیا اور
اس دبے ہوئے گرد و غبار سے نکال کر اور پاک و
صاف کر کے اپنی کامل تعلیم کے حسین و جمیل زیور سے
آراستہ کیا کہ وہ آسمانِ روحانیت کا چاند
بن کر چمکا۔

اسلام کا روزہ اور رمضان المبارک
کا چاند آپس میں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ اسلام کے
روزے رَمَضَانُ الْمُبَارَك کے دنوں میں
ہی رکھنا فرض کئے گئے ہیں۔ نفلی اور دیگر روزے
اس کی ظلیت میں ہیں۔

اسلامی روزہ کی پہلی فضیلت یہ ہے کہ
اس کی تعلیم، فصاحت و بلاغت، معارف و حِکَم،
جامعیت و مانعیت، تاثیر و فوائد اور جمال و جلال

کے لحاظ سے اکمل و اتم تعلیم کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے جس کی نظیر دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ اور یہ اسلام کا ساری دُنیا کو چیلنج ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ
الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ
یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا
الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ
بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ
بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا

(بنی اسرائیل)

اسلامی روزہ کی صورت یہ ہے کہ ہر بالغ عاقل کے لئے پُورے رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے۔ صرف بیمار یا مسافر اور بالکل کمزور اور ایسے بوڑھے لوگوں کو جو طاقت نہ رکھتے ہوں مستثنےٰ قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہ حکم ہے کہ بیمار شفاء پانے کے بعد اور مسافر سفر ختم کرنے کے بعد روزے رکھ کر گنتی کے دن پُورے کریں۔ روزہ پَو پھٹنے سے لے کر سُورج کے غروب ہونے تک رکھا جاتا ہے اور اس دَوران کوئی چیز کھانے یا پینے کی اجازت نہیں اور نہ ہی ازدواجی تعلقات کی اجازت ہے۔ البتہ غروبِ آفتاب کے بعد روزہ افطار کرنا چاہیئے اور کھانا پینا چاہیئے نیز صبح کی پَو پھٹنے سے پہلے سحری کے وقت بھی کھانا پینا چاہیئے تاکہ تکلیف مالا یُطاق نہ ہو۔ نیز روزہ دار کو چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ عبادات، ذکرِ الٰہی اور استغفار اور صدقہ و خیرات میں مشغول رہے اور ہر قسم کی لغویات اور گالی گلوچ اور جھگڑے سے پرہیز کرے۔ روزہ دار کو روزے کے دُنیاوی کام کرنے کی اجازت ہے۔ یہ ہے اسلامی روزہ کی تعلیم جو بہترین اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم ہے جس کی وجہ سے سب لوگ روزہ کی برکات سے متمتع ہو سکتے ہیں اور یہی روزہ کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔ نیز اس کی برکات و فوائد کی وجہ سے اس کو دینِ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک بُنیادی رُکن قرار دیا گیا ہے جس سے اس کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔

اسلامی روزہ کی فضیلت کے ذکر میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ ○ (البقرۃ)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے رکھنا اُسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح اُن لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے

گزر چکے ہیں تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کی سب سے ارفع و اعلیٰ فضیلت کو بیان فرمایا ہے جو تقویٰ کا حصول ہے۔ جس کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنا لینا اور تمام قسم کی روحانی اور اخلاقی کمزوریوں اور گناہوں سے محفوظ ہو جانا اور ہر قسم کی نیکی اور خیر کو حاصل کر لینا۔ اگر یہ چیز کسی کو حاصل ہو جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ وہ اپنی زندگی کی غرض کو پا لیتا ہے اور دنیا و آخرت میں فلاح پا جاتا ہے۔ گویا اسلامی روزوں کے رکھنے سے انسان کے اندر ایک ایسا پاک نور پیدا ہو جاتا ہے جس کی روشنی سے انسان کا دل و دماغ اور روح و جسم جگمگا اُٹھتے ہیں اور وہ ہر قسم کی روحانی اور اخلاقی تاریکیوں سے اطمینان اور سکون کے ساتھ نکل کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (سورۃ الحدید)

دوسرے معنوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص روزہ کی تعلیم کی تمام مقتضیات کی روح اور لوازبات کو سمجھ کر اور انہیں اپنے اوپر وارد کر کے زندگی بسر کرتا ہے تو وہ گویا اُس جوہری کی مانند ہوتا ہے کہ جس کی نگاہِ انتخاب بیروں کے عجائب خانہ میں اُس انمول ہیرے پر پڑتی ہے جس کا نام تقویٰ ہے۔ اور یہی وہ آبِ حیات ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ○ (سورۃ التطفیف)

اور یہی وہ لباس ہے جو اللہ تعالیٰ پہنانا چاہتا ہے۔ جیسے فرمایا:۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ط (سورۃ الاعراف)

اور یہی وہ صفت ہے جس سے متصف ہو کر انسان خداوند دو جہان کے دربار میں کوئی اعزاز حاصل کر سکتا ہے جیسے فرمایا:۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط (سورۃ الحجرات)

اور یہی وہ کنجی ہے کہ جس سے جنت کے دروازے وا ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا:۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○

پس رمضان المبارک کی یہ فضیلت ہے کہ اس سے انسان کے اندر تقویٰ شعاری کی روح پیدا ہوتی ہے۔ در اصل یہ ایسی فضیلت ہے جسے اُم الفضائل کہنا چاہیئے۔

رہی یہ بات کہ روزوں کے نتیجہ میں انسان کے اندر تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ تو اس کی

صورت یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں انسان کھانے پینے اور جنسی تعلقات سے ایک عرصہ تک پرہیز کرتا ہے اور سارا مہینہ اس کی غذا کم ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ روزہ کے بارے میں دوسرے احکام پر عمل کرتا ہے جیسے نمازوں، ذکرِ الٰہی اور استغفار پر زور دینا، تمام فواحش اور لغویات سے بچنا، جھوٹ کو کلیۃً ترک کرنا، غریبوں مسکینوں کی مدد کرنا، انہیں کھانا کھلانا، تلاوتِ قرآن مجید کثرت سے کرنا، نیز بھوک اور پیاس کی وجہ سے اپنی بے بسی اور کمزوری اور خوفِ خدا کے احساس کا پیدا ہونا، راتوں کو جاگنا اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنا، اِن تمام باتوں کے مسلسل کرنے سے انسان کے جذباتِ شہوانیہ اور قوائے حیوانیہ بہیمیہ دبتے چلے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کی جگہ نیکی کی طاقتیں زور پکڑتی جاتی ہیں اور انسان کے اندر نیکی اور تقویٰ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ جب انسان رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی جائز خواہشات اور حلال اور طیب و مرغوب چیزوں کو بھی چھوڑ دیتا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ حرام اور ناجائز چیزوں کو ترک نہ کر سکے۔ پس اسلامی روزہ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس سے انسان کے اندر تقویٰ کا لطیف جوہر پیدا ہوتا ہے۔
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس قدر دلنشیں انداز میں فرمایا ہے ؎

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو! ہے حاصلِ اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مَے اور جام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ
کہاں ایماں؟ اگر ہے خام تقویٰ

نیز فرمایا ؎

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

روزوں کی ایک اور فضیلت کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (بقرہ)

کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس کے بارہ میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔

اس سے رمضان کی ایک فضیلت تو یہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں اس کے بارے میں تعلیم نازل کی گئی ہے۔ دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہے کہ تمام قرآن مجید جس مقصد کے لئے تعلیم دیتا ہے وہی مقصد روزہ کی تعلیم کا ہے۔

پھر ایک فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے [illegible] والہامات سے نواز [illegible] کو خاص

فضلوں اور رحمتوں والے مقدس مہینہ میں مقرر کیا گیا ہے۔ یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن پاک جیسی عظیم الشان کتاب کے نزول کا آغاز ہوا۔ کیونکہ قرآن کریم کی سب سے پہلی وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رمضان المبارک کی چوبیسویں تاریخ کو ہوئی اور اس مبارک مہینہ میں ہر سال ملائکہ کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام نزول فرما کر نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دَور فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس فضیلت کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویرِ قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صَلٰوۃ تزکیۂ نفس کرتی اور صَوم تجلّیٔ قلب کرتا ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّیٔ قلب سے مراد یہ ہے کہ کشوف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۶)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے روزوں کی ایک نہایت ہی جامع فضیلت بیان فرمائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"ماہِ رمضان اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ رہا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے اس مہینے میں تمام قسم کی عبادتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کو قائم کرنے یا ادا کرنے پر بہت کچھ کہا گیا ہے۔ رمضان کا مہینہ پانچ بنیادی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ پہلے تو روزہ ہے۔ دوسرے نماز کی پابندی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے پھر قیام اللیل یعنی رات کے نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ تیسرے قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت ہے۔ چوتھے سخاوت اور پانچویں آفاتِ نفس سے بچنا ہے۔ ان پانچ بنیادی عبادات کا مجموعہ عباداتِ ماہِ رمضان کہلاتی ہیں۔"

(الفضل ۲۴ راکتوبر ۱۹۷۰ء)

اسلامی روزوں کی ایک فضیلت یہ ہے کہ ان میں ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ بطور راہنمائی موجود ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس مہینہ سے اِس درجہ عشق تھا کہ آپ نے اپنی زندگی کے سارے مہینوں کو رمضان المبارک کی شکل میں ڈھال رکھا تھا۔ گویا رمضان المبارک آپ کی آنکھوں کا نور تھا۔ اسلئے آپ اسے کبھی بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔

آپ ہر جمعرات اور پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو بھی روزہ رکھا کرتے تھے اور کبھی مہینہ کے شروع میں اور کبھی مہینہ کے آخر میں بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

لیکن جب ان روزوں سے بھی محبتِ الٰہی کی پیاس نہ بجھتی تو احادیث میں مذکور ہے کہ آپ بعض اوقات لگاتار روزے رکھنا شروع فرما دیتے اور رکھتے ہی چلے جاتے حتّٰی کہ دیکھنے والوں کو گمان ہوتا تھا کہ شاید آپ ساری عمر ہی روزہ رکھتے چلے جائیں گے۔ اُدھر جُوں جُوں رمضان کا مہینہ قریب آتا جاتا آپ کی حالت اُس عاشق زار کی سی ہو جاتی جو فرقت کی گھڑیاں گِن گِن کر تھک چکا ہو جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آپ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے۔ یہاں تک کہ قریباً تمام شعبان روزوں میں گزر جاتا۔ بس پھر کیا تھا ایک کٹھن منزل طے ہو چکتی اور اب رمضان المبارک کا محبوب چاند آپ کو سامنے نظر آرہا ہوتا اور آپ کا رُخِ مبارک خوشی سے چمک اُٹھتا۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے

شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَ اَحْيَا لَيْلَهٗ وَ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ۔ (بخاری)

کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر اپنی کمرِ ہمت کس لیتے اور اپنی راتوں کو عبادت اور ذکرِ الٰہی سے زندہ کر دیتے اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی اُٹھایا کرتے۔

روزوں سے اِسی قسم کا عشق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

”میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔“

اسلامی روزوں کی ایک فضیلت یہ ہے کہ ان کو قمری مہینے کے حساب سے فرض کیا گیا ہے۔ جس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ یہ ہر سال مختلف بدلتے ہوئے دنوں میں آتے ہیں اور تقریباً $\frac{35}{36}$ سال میں پورا موسم بدل جاتا ہے اور اس طرح یہ عبادت سارے سال پر پھیل کر آتی ہے جس سے ہر قسم کی طبائع اور صحت کے لوگ روزہ کی برکات سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

پھر ایک فضیلت یہ ہے کہ روزوں کی تعلیم نے کئی نئے علوم و فنون کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر ہر کہ رمضان کے روزے رکھنے

کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَ اَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ (مشکوٰۃ)
لہذا روزوں کی بنیاد رُؤیتِ ہلال پر رکھنے سے
لوگوں نے اِس علم سے بہت سے فوائد حاصل کئے
ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے
ہیں:-

"اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے
کہ حقیقت میں عند العقل رُؤیت
کو قیاساتِ ریاضیہ پر فوقیت
ہے۔ آخر حکمائے یورپ نے بھی
رُؤیت کو زیادہ معتبر سمجھا تو اس
نیک خیال کی وجہ سے بتائید قوتِ
باصرہ طرح طرح کے آلاتِ دوربینی
وخوردبینی ایجاد کئے اور بذریعہ
رُؤیت تھوڑے ہی دنوں میں اجرام
علوی وسفلی کے متعلق وہ صداقتیں
معلوم کرلیں جو ہندوؤں بیچاروں
کو اپنی قیاسی اٹکلوں سے ہزاروں
برسوں میں بھی معلوم نہیں ہوئی تھیں۔
اب آپ نے دیکھا کہ رُؤیت میں
کیا کیا برکتیں ہیں۔ انہیں برکتوں
کی بنیاد ڈالنے کے لئے خدا تعالیٰ
نے رُؤیت کی ترغیب دی۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۴۵)

ایک فضیلت رمضان کی یہ ہے کہ یہ دن غریبوں
اور محتاجوں کے لئے رحمت کا پیغام لیکر آتے ہیں کیونکہ
جب امیر اور خوشحال لوگ روزہ رکھ کر خود روزے
کی مشقت اور بھوک و پیاس کی وجہ سے دُکھ اور
تکلیف اُٹھاتے ہیں تو ان کو اپنے غریب و محتاج
اور مزدور بھائیوں کی تکالیف اور مشکلات کا
احساس پیدا ہوتا ہے اور اُن کی دُکھی زندگیوں
پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے جس پر وہ اُن کی زندگیوں
کو بہتر بنانے اور اُن کی امداد کرنے میں کوشاں
ہوتے ہیں۔ نیز روزہ کی تعلیم میں ان لوگوں کی خاص
امداد کرنے اور بہبودی کا انتظام کرنے کی
خاص ہدایات بھی موجود ہیں۔ خود رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ روزہ داروں
کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اگرچہ آپؐ ہمیشہ ہی
غریبوں اور مسکینوں پر کثرت سے خرچ فرمایا
کرتے تھے۔ لیکن رمضان کے مہینہ کے متعلق
حدیثوں میں آتا ہے:-

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ
مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔

(بخاری)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی سخاوت رمضان میں ایک
تیز رفتار بارش لانے والی ہوا
سے بھی زیادہ تیز ہوا کرتی تھی۔

ایک عظیم الشان فضیلت رمضان کی یہ ہے

کہ علمِ طب کی رُو سے روزہ کئی جسمانی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ نیز روزہ کی قیود و شرائط کی پابندی کرنے سے لوگوں کے اندر انفرادی اور قومی طور پر اعلیٰ اخلاق ترقی کرتے ہیں۔ مثلاً انسان کے اندر قوتِ ضبط و برداشت شدائد پر تحمل و صبر، وقت کی پابندی، وفاداری، عہد کو نبھانا، صلح و صفائی، اتحاد، عزم و استقلال، انکساری و عاجزی، اطاعت، شجاعت، صداقت، دیانت و امانت، مساوات، سخاوت، قربانی و ایثار، ہمدردی اور غریب پروری وغیرہ کی قوتیں نشوونما پاتی ہیں۔ اور ہر سال پورے مہینے کی مشق سے راسخ ہو جاتی ہیں اور انسانی معاشرہ امن اور سلامتی کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی روزہ کی تعلیم قومی امن اور طاقت و ترقی کے لئے ایک زرّیں تعلیم ہے۔

ایک فضیلت رمضان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اِس مہینہ میں اپنے بندوں کی دُعاؤں کو کثرت سے سُنتا ہے اور ان کو قبول فرماتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي
عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط
أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ
إِذَا دَعَانِ (البقرة)

نیز اِس مہینہ میں انسان کو ایک ایسی مبارک عبادت کی بھی عادت پڑتی ہے جو کہ اُس کی بخشش اور مغفرت کا بہترین ذریعہ ہے۔ یعنی نمازِ تہجد۔ یہ ایسی بابرکت نماز ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کو نفل نمازوں میں سے سب سے زیادہ پیاری نماز تہجد کی نماز ہے۔ (بخاری)

نیز فرمایا:۔

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ
تَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ
الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ
اللَّيْلِ الْآخِرِ يَقُوْلُ مَنْ
يَدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ
لَهُ، مَنْ يَسْأَلُنِيْ أُعْطِيَهُ
مَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهُ.

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا برکتوں والا اور بلند و بالا شان والا پروردگار ہر رات کو جب رات کا آخری تہائی حصہ ہوتا ہے تو آسمانِ دنیا کے قریب آجاتا ہے اور پکار کر فرماتا ہے کہ کون ہے جو کوئی دعا مانگے میں اُس کی دعا کو قبول کروں گا، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اُسے عطا کروں گا، کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے میں اُسے بخش دوں گا۔

حق یہی ہے کہ وہ کمان جو رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آسمان سے نازل ہوئی
تھی جس نے آپ کو آسمانِ روحانیت کی بلند ترین
چوٹیوں پر پہنچا دیا تھا وہ کمان اب بھی ہر رات
دنیا کے قریبی آسمان پر نازل ہوتی ہے مگر اس کا
جھولا وہی مبارک لوگ جھولتے ہیں جو اُس کے
خیطِ نورانی کو ڈھونڈ کر اُسے مضبوطی سے تھام
لیتے ہیں۔

قرآن مجید نے نمازِ تہجد کی فضیلت کو یوں
بیان فرمایا ہے :-

اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ
اَشَدُّ وَطْأً وَّ اَقْوَمُ
قِيْلًا ۝ (سورۃ المزمل)

یعنی رات کا اُٹھنا نفس کو پیروں
تلے مسلنے میں سب سے کامیاب
نسخہ ہے۔ اور رات کو جاگنے
والوں کو سچ بولنے کی بھی عادت
پڑ جاتی ہے۔"

جھوٹ کو کبائر گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔
(بخاری) اور یہ ایک ایسی لعنت ہے جو روزہ دار
کے ثواب کو بھی خاک میں ملا دیتی ہے۔ کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص
روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا
ترک نہیں کرتا تو اُس کے بھوکے پیاسے رہنے کی
اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں ہے۔ (بخاری) یعنی
ایک جھوٹ بولنے والا روزہ نہیں رکھ رہا ہوتا
بلکہ فاقہ کشی کر رہا ہوتا ہے اور اُسے روزہ کا
کوئی ثواب نہیں ملتا۔ اسلئے کس قدر پُر فضیلت
اور مبارک ہے نمازِ تہجد کہ جس کے ذریعہ سے
انسان جھوٹ جیسے گناہ کبیرہ سے نجات حاصل
کر لیتا ہے۔

اسلامی روزوں کی ایک فضیلت یہ ہے
کہ ان میں اعتکاف جیسے عظیم مجاہدہ کی تعلیم
پائی جاتی ہے۔ اسلام رہبانیت اور کلی طور
پر ترکِ دنیا کو ناپسند کرتا ہے اور اسے ممنوع
قرار دیتا ہے کیونکہ ایسی تعلیم ناقابلِ عمل اور
انسانی فطرت اور طاقت کے خلاف ہے اور
اس کے نتائج سخت قسم کی بدیاں اور فسق و
فجور پیدا کرنے والے ہیں۔ یہ کوئی مجاہدہ نہیں
بلکہ ایسی تعلیم بزدلی اور کفرانِ نعمت کی تعلیم
ہے۔ اس کے برعکس اسلام انسانی فطرت اور
طاقت کے مطابق نہایت معتدل قسم کے مجاہدات
کی تعلیم پیش کرتا ہے۔ جیسے اسلامی روزہ
کی تعلیم ہے۔ اس میں جنسی تعلقات سے پرہیز
بھی ہے کیونکہ پورا مہینہ دن کے وقت اس کی
اجازت نہیں ہے۔ اور دنیاوی کاموں کی
اگرچہ اجازت ہے مگر زور اس بات پر ہے
کہ ان میں زیادہ انہماک نہ ہو۔ بلکہ جس قدر
ہو سکے ان کاموں کو ترک کر کے کثرت سے
رجوع الی اللہ کیا جائے اور زیادہ وقت

یادِ الٰہی، نمازوں اور تلاوتِ قرآن مجید اور درود شریف میں گزارا جائے۔ الغرض ترکِ دنیا کا مزا بھی اس میں آگیا۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر شدید قسم کے مجاہدات کرنے والوں کے لئے اعتکاف کی صورت میں ایک جولان گاہ مہیا کی گئی ہے جو رمضان کے آخری عشرہ میں آتی ہے اور یہ دس ایام شب و روز مسجد میں گزارنے ضروری ہوتے ہیں اور دنیا وی کاموں سے کلی اجتناب کی ہدایت ہے۔ نیز ان ایام میں بات کو بھی مخصوص تعلقات کی اجازت نہیں۔ یہ ہے اصل ترکِ دنیا کی تعلیم اور یہ ہے وہ عظیم مجاہدہ کی بہترین تعلیم جو اسلام پیش کرتا ہے۔ جو ایسے اعتدال اور میانہ روی پر مبنی ہے کہ جس کی برکات سے اکثر انسان اپنی زندگی میں حصہ لے سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور اس مجاہدہ کو کمال تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے آپ ان دنوں میں عبادتِ الٰہی کے لئے کمر کس لیتے اور رات کو دن میں بدل دیتے تھے۔

یہ دن رمضان کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ ان دنوں میں گویا رمضان اپنے مفہوم کے لحاظ سے پوری شان سے چمک رہا ہوتا ہے۔ رَمَضَان کا لفظ رَمَض سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں سورج کی تپش۔ اور اس سے مراد روحانی تپش ہے جو روزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ان دنوں میں روحانیت کی شعاعیں مومنوں پر اس شدت سے پڑتی ہیں کہ اُن کی تمام بدیوں اور کمزوریوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہیں۔ اور جس طرح سونا جب آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کر نکلتا ہے اسی طرح روزہ دار رمضان سے ایک نئی زندگی لیکر دنیا میں آتے ہیں۔

جب رمضان کا سارا مہینہ کوشش کرتے کرتے گزر رہا ہوتا ہے اور آخری ایام رہ جاتے ہیں تو ایک مومن کے دل میں فکر دامنگیر ہوتا ہے کہ کہیں کوئی خرابی یا کمی نہ رہ گئی ہو تو وہ اسی فکر میں دیوانہ ہو کر اور خوفِ امتحان سے ڈر کر گھر کے آرام اور راحت کو خیر باد کہہ دیتا ہے اور دنیا سے منہ موڑ کر اور اپنا بستر لپیٹ کر چپکے سے مسجد کے ایک کونہ میں زمین پر گوشہ نشین اور اعتکاف پذیر ہو جاتا ہے اور آخری دس دن اپنے مجاہدہ کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے اور تلافیٔ مافات اور اپنے مولا کو راضی کرنے کے لئے شب و روز اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری میں گزارتا ہے۔ حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم آتا ہے اور اس کی رحمت جوش مارتی ہے اور وہ دَوڑتا ہوا آتا ہے اور اپنے بندے کو زمین سے اُٹھا کر یہ کہتے ہوئے اپنے سینے سے لگا لیتا ہے۔ يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ۝
وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝

اسلامی روزہ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ چونکہ اس عبادت میں کسی قسم کے ریا یا مادی منفعت کا دخل نہیں اور یہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر رکھا جاتا ہے اسلئے روزہ دار کے لئے خاص اور عظیم الشان اجر اور ثواب کی بشارات دی گئی ہیں۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ سچے روزہ دار کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

کہ روزہ صرف میرے ہی لئے رکھا جاتا ہے اور اس کا اجر میں خود اپنی ذات سے دوں گا۔ کیونکہ ایک روزہ دار اپنی شہوات اور اپنے کھانے پینے کو میری خاطر چھوڑتا ہے اسلئے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت اور یقیناً ایک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی بڑھ کر پیاری ہے۔" (مشکوٰۃ)

کس قدر عظیم الشان ہے روزہ کا اجر کہ خود خداوند تبارک و تعالیٰ ہی روزہ دار کو مل جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر انعام اور کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو ایسا لعل بے بہا ہے کہ اگر جان بھی دے کر حاصل ہو تو لینا چاہیئے۔ پس روزہ رکھ کر تو کیا، اگر جان بھی قربان کر کے خدا تعالیٰ مل جائے تو ع

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پھر جس طرح دنیا میں رواج ہے کہ بادشاہوں اور بڑے بڑے سرداروں کے استقبال اور اعزاز کے لئے لوگ راستوں پر بڑے خوبصورت اور دلفریب دروازے نصب کرتے ہیں جن میں سے وہ بادشاہ گزرتے ہیں اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

"جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریّان ہے اس میں قیامت کے دن صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ کوئی شخص بھی اس دروازہ میں داخل نہ ہوگا۔ قیامت کے دن پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ تو یہ آواز سنکر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے اور ان کے علاوہ کسی اور کو اس دروازہ میں سے گزرنے کی اجازت نہ دی جائیگی

اور جب وہ داخل ہو چکیں گے تو وہ
دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی
دوسرا شخص داخل نہ ہو سکے گا۔"
(بخاری)

"رَیّان" کے معنے سیرابی کے ہیں۔ چونکہ روزہ دار اللہ تعالیٰ کی خاطر پینے کی چیزوں کو ترک کر دیتے ہیں اور پیاس کی تکلیف کو برداشت کرتے ہیں خواہ اُن کی زبان اور حلق سُوکھ کر کانٹا ہی کیوں نہ ہو رہے ہوں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو اس تکلیف کا اجر بھی پینے پلانے والی شیریں اور دل پسند چیزوں سے دے گا۔ اور اتنا دے گا کہ ان کو سیراب کر دے گا تا وہ خوش ہو جائیں۔ جنت کے اندر جو پاک چیزیں متقیوں کو پینے کے لئے ملیں گی اُن کا حال معلوم کر کے انسان کی رُوح جھُوم اُٹھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فِيهَآ أَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ
أٰسِنٍ ج وَأَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ
لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ج وَ
أَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ
لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَأَنْهٰرٌ
مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط

(سورہ محمدؐ)

(ترجمہ) متقیوں سے جن جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے اُن میں ایسے پانی کی نہریں ہوں گی جس میں سڑنے کا مادہ نہیں ہوگا۔ اور ایسی نہریں ہوں گی جن میں ایسا دُودھ چلتا ہوگا جس کا مزا کبھی نہیں بدلے گا (یعنی وہ بھی نہیں سڑے گا) اور ایسی پاک شراب کی نہریں ہونگی جو پینے والوں کو مزیدار لگیں گی۔ اور پاک وصاف شہد کی نہریں بھی ہوں گی۔"

پھر فرمایا:۔

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا
طَهُوْرًا ۝ (سورۃ الدہر)

یعنی اللہ تعالیٰ اُنہیں پاک کرنے والی شراب پلائے گا۔

نیز فرمایا:۔

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝
(سورۃ الدہر)

کہ اس جنت میں سلسبیل نام کا بھی ایک چشمہ ہوگا جس سے مومن پئیں گے۔ اور اس پاک پانی کا ایسا اثر ہوگا کہ وہ لا متناہی ترقیات کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے۔

ایک اور فضیلت رمضان کے روزوں کی یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے ایک نہایت اعلیٰ فوجی مشق کا کام دیتے ہیں۔ فوجی ٹریننگ کا بہترین دستور اسلامی روزوں میں پایا جاتا ہے۔ رمضان

کے جس مضبوط ڈسپلن میں مسلمانوں کو مسلسل پورا مہینہ پابند کیا جاتا ہے اس سے اُن کی ایسی شاندار تربیت ہو جاتی ہے کہ دنیا کا کوئی فوجی اصول اس فوجی تعلیم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس فوج کا ایک ایک سپاہی سینکڑوں ہزاروں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ دنیا اس کا نظارہ دیکھ چکی ہے۔

ایک فضیلت رمضان کی یہ ہے کہ اس مہینہ میں الٰہی منشاء کے ماتحت آسمانی طاقتیں اپنے خاص تصرف سے روزہ داروں کی مدد کرتی ہیں اور زمین و آسمان میں ایک ایسا پاک تغیر پیدا کر دیتی ہیں کہ جس سے روزہ دار روزوں کی اغراض کی تکمیل کر سکے۔ گویا خدا تعالیٰ روزہ رکھنے میں خود خاص مدد فرماتا ہے جیسے فرمایا:-

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَ
اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

(سورۃ العنکبوت)

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے رستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے۔ اور اللہ یقیناً محسنوں کے ساتھ ہے۔

اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:-

اَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ
فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ
تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ
وَتُغْلَقُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجَحِيْمِ
وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

کہ اے لوگو! تمہارے لئے رمضان کا مبارک مہینہ آپہنچا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں روزے رکھنا تم پر فرض کیا ہے۔ اس مہینہ میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو طوقوں سے جکڑ دیا جاتا ہے۔

پس یہ کس قدر بابرکت مہینہ ہے کہ اس میں بدیوں کے محرکات کو ہی قید کر دیا جاتا ہے اور انسان کے لئے نیکیاں سمیٹنے کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لیکن یہ باتیں صرف اُن لوگوں کو ہی نصیب ہوتی ہیں جو روزہ کی تعلیم پر پورا پورا عمل کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"اگر کوئی شخص ایک روزہ بھی خلوصِ نیت سے اور محض اللہ تعالیٰ کی خاطر رکھ لے تو خدا تعالیٰ جہنم کو اس سے ستّر سال کی دوری پر ڈال دیتا ہے۔" (بخاری)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ جو شخص پورے رمضان کے روزے جو کہ فرض ہیں خالصۃً لِلّٰہ رکھے گا تو کیا اُس کے لئے جہنم کا نام ونشان بھی باقی رہ جائے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ اُسے جہنم سے کلی نجات ہی مل جاتی ہے۔

ایک فضیلت رمضان کی یہ ہے کہ اس کے آخری عشرہ میں طاق راتوں میں سے ایک نہایت ہی بابرکت رات آتی ہے جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ اس رات کی فضیلت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ۝ (سورۃ القدر)

یعنی ہم نے یقیناً اِس قرآن کو لیلۃ القدر یعنی ایک عظیم الشان تقدیر والی رات میں اُتارا ہے۔ اور اے مخاطب! تجھے کیا معلوم کہ یہ لیلۃ القدر کیا شے ہے؟ لیلۃ القدر یعنی عظیم الشان تقدیروں والی رات تو ایک ہزار مہینے سے بھی بہتر ہے۔ ہر قسم کے فرشتے اور کامل روح اِس رات میں اپنے ربّ کے حکم سے تمام (دینی و دنیوی) امور لے کر اُترتے ہیں۔ پھر فرشتوں کے اُترنے کے بعد سلامتی ہی سلامتی ہوتی ہے اور یہ حال صبح کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

ایسی بابرکت رات کا جو ہزار مہینوں سے برتر ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ جس پر تیس ہزار راتیں بھی قربان ہیں ایسی رات کا روزوں کی عبادت کے دوران میسر آنا ان کی فضیلت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین +

رمضان المبارک میں ایک عہد

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اصلاح و تربیتِ نفس کے لئے یہ زرّیں گُر بتایا ہے کہ رمضان کی برکات سے حصہ لیتے ہوئے مسلمان کو چاہیئے کہ ہر رمضان میں کم از کم اپنی کسی عملی کمزوری کو ترک کرنے کا عزم کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے خاص توفیق چاہے۔ آئیے ہم سب اس رمضان میں اپنے دل میں ایسا عہد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے۔ آمین +

(محترم جناب نسیم صاحب سیفی ربوہ کے قلم سے)

کشاں کشاں تری جانب رواں رہا ہوں میں
مجھے بتا تو کہاں تک پہنچ گیا ہوں میں

سلگ رہی ہے فضاؤں میں خامشی کب سے
بیانِ شوق کو کب سے ترس رہا ہوں میں

ورق ورق کو بنایا ہے میں نے اپنا علَم
قلم بدست نبرد آزما ہوا ہوں میں

ہر ایک حال میں روشن ہے میرے دل کا چراغ
کبھی شفق ہوں کبھی صبح کی ضیاء ہوں میں

چلیں گی عزمِ عمل کی روائتیں مجھ سے
عمل کے شوق میں اک عمر تک جیا ہوں میں

رہے رہے نہ رہے میرا آشیاں نہ رہے
تمہاری برقِ تجلّی کو دیکھتا ہوں میں

نظر نظر پہ گراں ہو گیا ہر اک منظر
قدم قدم پہ ہر اک شے کو گھورتا ہوں میں

چناب رنگ کو فطرت نے دی ہے رعنائی
اسی لئے تو یہاں آکے بس گیا ہوں میں

یہ ان کا زعم ہے مجھ کو مٹا کے چھوڑیں گے
مجھے یقیں ہے کہ اب اس سے ماورٰی ہوں میں

غضب ہے وہ سرِ منزل نہ مجھ کو پہچانیں
نسیمؔ انہیں کے لئے دھول سے اٹا ہوں میں

۱۶

شذرات

(۱) آئین بنانا مامورِ ربّانی کا کام ہے نہ کہ علماء کا

مدیر معارف اسلام لکھتے ہیں:-

"آئین بنانے کا حق قرآن کی کسی ایک آیہ مجیدہ میں یا کسی ایک صحیح حدیث رسول ؐ میں لوگوں کے سپرد نہیں کیا گیا۔ آئین صرف معصوم ہستی ہی منجانب اللہ جاری کر سکتی ہے۔ یعنی قانونِ شریعت جو کہ امر و رضائے شارع حقیقی (اللہ تبارک و تعالیٰ) کے ماتحت ہو۔ آج چند علماء نے مل کر بائیس ۲۲ نکات بنا کر "بطور اسلامی نظام" کی بنیاد کے قرار دیدیا۔ کل علماء کا ایک اور گروپ پچیس ۲۵ یا تیس ۳۰ نکات والا آئین بنا ڈالے گا اور کہے گا کہ اس میں ہم نے اور اچھی چیزوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ گویا کہ دین ان کے گھر کا کھیل ہے۔" (معارف اسلام لاہور اگست ۷۰ء صفحہ)

الفرقان۔ یہ کھلی صداقت ہے کہ علماء کے "بائیس نکات" ہوں یا پچیس یا تیس نکات ہوں وہ بہرحال ان کی آراء ہیں ان پر مدار رشد و ہدایت قرار دینا سخت غلطی ہے۔

(۲) تازہ ترین امتحان

(الف) مودودی صاحب سے ایک معقول مطالبہ

نوابزادہ نصراللہ خان صاحب سربراہ "اسلامی متحدہ محاذ" نے اپنے تازہ ترین طویل بیان کے آخر میں مودودی صاحب سے مطالبہ کیا ہے کہ:-

"اگر مولانا مودودی رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں حلفاً یہ اعلان کریں کہ انہوں نے جمہوری پارٹی کے نمائندوں سے مختلف موقعوں پر جنرل سرفراز کی حمایت کا یقین نہیں دلایا تھا تو وہ اپنے امیدوار جنرل سرفراز کا نام بلا تامل واپس لے لیں گے۔"

(روزنامہ نوائے وقت ۷ نومبر ۷۰ء)

(ب) مدیر نوائے وقت کی طرف سے مطالبہ کی تائید

فاضل مدیر نوائے وقت لاہور نے اپنے افتتاحیہ "افسوسناک تنازع کا منطقی انجام" کے آخر میں لکھا ہے کہ:

"نوابزادہ نصراللہ نے یہ کہہ کر جماعت اسلامی کو مشکل میں ڈال دیا ہے کہ اگر امیر جماعت اسلامی رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں حلفاً یہ اعلان کر دیں کہ انہوں نے

مختلف وقتوں میں جمہوری پارٹی کے نمائندوں
کو جنرل سرفراز کی حمایت کا یقین نہیں دلایا
تو وہ اپنے امیدوار کا نام واپس لے لینگے۔
دیکھئے جماعت اس کا کیا جواب دیتی ہے۔"
(نوائے وقت ۸ر نومبر ۱۹۷۰ء)

(ج) مودودی صاحب کا گریز اور عذرِ گریز

جناب مودودی صاحب نواب زادہ صاحب
کے مطالبہ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:۔
"اس بیان کے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ
نواب زادہ نصراللہ کے نزدیک میں دراصل
ایک جھوٹا آدمی ہوں لیکن شاید رمضان
المبارک میں حلفاً جھوٹ نہ بولوں گا۔ یہ میری
صریحاً توہین ہے جو نواب زادہ صاحب نے
کی ہے جس کے بعد انہیں مخاطب کرنا اور
کوئی جواب دینا میری عزتِ نفس کے
سراسر خلاف ہے۔"
(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸ر نومبر ۱۹۷۰ء)

الفرقان۔ اہل دل اور دردمند مسلمانوں کو غور کرنا
چاہیئے کہ آیا یہ لوگ سید الاولین والآخرین حضرت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام
کے نمائندے قرار پا سکتے ہیں؟ کیا یہ سچ مچ اسلامی
آئین کو نافذ کرنے کے اہل ہیں؟

(۴) امام مہدی کے دعاوی

شیعی روایات کے مطابق امام مہدی ان
الفاظ میں تمام مخلوق سے خطاب کریں گے:۔
"یا معشر الخلائق الا و من
اراد ان ینظر الی آدم و شیث
فھا انا ذا آدم و شیث۔ الا و من
اراد ان ینظر الی نوح و ولدہ
سام فھا انا ذا نوح و سام۔ الا
و من اراد ان ینظر الی ابراھیم
و اسماعیل فھا انا ذا ابراھیم و
اسماعیل۔ الا و من اراد ان ینظر
الی موسیٰ و یوشع فھا انا ذا موسیٰ
و یوشع۔ الا و من اراد ان ینظر
الی عیسیٰ و شمعون فھا انا ذا
عیسیٰ و شمعون۔ الا و من اراد
ان ینظر الی محمد و امیر المؤمنین
فھا انا ذا محمد و امیر المؤمنین"
(رسالہ معارف اسلام جولائی ۱۹۷۰ء ص ۴۹)

الفرقان۔ اس اقتباس میں بتایا گیا ہے کہ امام
مہدی کہیں گے کہ میں نوحؑ بھی ہوں، ابراہیمؑ بھی
ہوں، اسمٰعیلؑ بھی ہوں، موسیٰؑ اور یوشعؑ بھی ہوں،
عیسیٰؑ و شمعونؑ بھی ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
امام علیؓ بھی ہوں۔

اس سے ان لوگوں کا اعتراض حل ہو جاتا
ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
متعدد دعاوی کیوں کئے ہیں اور اپنے لئے انبیاء
علیہم السلام کے نام کیوں استعمال فرمائے؟ حق یہ

ہے کہ اعتراض اس صورت میں ہوتا جب حضرت امام مہدی علیہ السلام یہ طریق اختیار فرماتے۔

(۴) اہلحدیثوں کے خلاف علماءِ احناف کے فتووں کا ایک نمونہ!

اہلحدیثوں کے مشہور ہفت روزہ "الاعتصام لاہور" میں "اسلاف دیوبند اور انگریزی حکومت" کے عنوان کی پانچویں قسط سے تین اقتباس حسب ذیل ہیں:-

(الف) "دیوبندی مکتبِ فکر کے مشہور بزرگ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے جدِّ امجد مولوی محمد صاحب لدھیانوی ..... وہ بزرگ ہیں جنہوں نے شاید اس مہم کا افتتاح کرتے ہوئے انتظام المساجد باخراج اھل الفتن والمفاسد کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر شائع کیا۔ موصوف نے اہلحدیث کو مرتد قرار دیتے ہوئے حکام بالا سے ان کے قتل کا مطالبہ کیا۔"

(ب) "مولوی محمد لدھیانوی کی لگائی ہوئی آگ پر تیل ڈالنے کے لئے پوری اُمتِ احناف میدان میں کود پڑی اور اہلحدیث کے خلاف چلائی ہوئی مہم کو تیز کرنے کے لئے ایک نئے فتویٰ کا اہتمام کیا گیا جس کا نام نامی جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد ہے۔ اس رسالہ پر لدھیانہ، دیوبند، گنگوہ، پانی پت، رامپور اور بہت سے دوسرے شہروں کے علماءِ احناف کی مُہریں اور دستخط لئے گئے اور وسیع پیمانہ پر اس کی اشاعت کی گئی۔ اس رسالہ میں جہاں اہلحدیث کو کافر و مبتدع کہا گیا ہے وہاں عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ ان کے خلاف جس قدر شمشیر و دست و زبان سے مقابلہ کیا جائے کم ہے۔"

(ج) "مولوی محمد حسن سنبھلی جو مولانا قاسم نانوتوی کے شاگرد تھے بالکل ہی بازاری گفتگو پر اُتر آئے۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں۔ مرحوم تنظیم الفرائد حاشیہ شرح العقائد میں رقمطراز ہیں:-

"یہ ٹولہ، اہلحدیث، باغی حرام کمائی کرنے والے قنوجی، خدا کے لئے جسم ماننے والے، فرعون کی اُمّت سے ہیں۔ خدا کو مخلوق سے تشبیہ دینے والے، اپنی عورتوں کے زنا کی کمائی کھانے والے بدعات کا پادہ مارنے والے

کبھی آواز کے ساتھ اور کبھی
بغیر آواز کے' اُمت کے بزرگوں
اور اماموں کی شان میں بدزبانی
کرنے والے ہیں"
(ہفت روزہ الاعتصام لاہور
۶ر نومبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۴)

الفرقان - اندریں حالات کیا اہل حدیثوں کے لئے مناسب نہیں کہ خدا ترسی سے کام لیں اور احمدیوں کی مساجد کے مسمار کرنے کے خیالات سے باز آجائیں ؟

(۵) اکابر اہلحدیث نے جہاد کی منسوخی پر رسالے لکھے ۔

"معاصر البلاغ" کے شمارہ جولائی ۱۹۷۰ء میں پروفیسر محمد ایوب قادری کا ایک مضمون سرسید احمد خان اور وہابی تحریک شائع ہوا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس مضمون میں سرسید احمد خان کے مسلک اہل حدیث کو بنا تحقیق قرار دیکر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جب ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی ناکام ہوگئی اور برعظیم ہند پر انگریزوں کو کامل غلبہ و تسلط حاصل ہوگیا - اہل حدیث اور اس کے اکابر نے انگریزوں کی وفاداری کو دل وجان سے قبول کرلیا اور جہاد کی منسوخی کی تائید میں رسالے لکھے " (الاعتصام ۲۱ر اگست ۱۹۷۰ء)

الفرقان - ماہنامہ البلاغ کراچی اہلسنت کا رسالہ ہے - اس کی یہ شہادت حوالہ جات کے ساتھ اہلحدیثوں کے خلاف ایک مستند گواہی ہے کہ اہلحدیث جماعت اور انکے اکابر نے انگریزوں کی وفاداری کو جان و دل سے قبول کرلیا تھا اور عملاً جہاد کی منسوخی کی تائید میں رسالے لکھے - کیا اس سے ظاہر نہیں کہ اکابر اہلحدیث انگریزوں کا آلۂ کار تھے' اندریں صورت انگریزوں کو اس حماقت کی کیا ضرورت تھی کہ کسی اور کو آلۂ کار بناتے ؟

(۶) مودودی صاحب کی کتاب مجموعۂ اکاذیب و اباطیل ہے

مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی شورش کاشمیری کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ :-

"مودودی صاحب کی خلافت و ملوکیت جس کی مدح سرائی میں آپ عموماً رطب اللسان رہتے ہیں وہ تو اکاذیب و اباطیل سے مملو ہے - اکثر روایات کے راوی وضاع ' کذاب اور متعصب رافضی ہیں - اور پھر مودودی صاحب نے اپنی طرف سے عبارات میں خیانت کرکے صحابہؓ کی امانت و دیانت کو

داغدار کیا۔"

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی
اگست ۱۹۷۰ء صفحہ ۲۲)

الفرقان ۔ مولوی غلام اللہ خان اور مولوی مودودی صاحب ہر دو عالم کہلاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر مولوی غلام اللہ خان کا بیان درست ہے تو مودودی صاحب کے بیانات مجموعۂ اکاذیب ہیں اور ان کی خیانت ثابت ہے اور اگر ایسا نہیں تو مولوی غلام اللہ خان کی دروغ گوئی ثابت ہے۔ ہم اس میں خود کچھ نہیں کہتے۔

(۷) شیعوں کو مستقل اقلیت قرار دینے والی سکیم

"خلافت راشدہ کانفرنس ... کا یہ عظیم الشان اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ جب شیعوں نے مسلمانوں سے علیحدہ اوقاف اور علیحدہ نصاب تعلیم کا مطالبہ کر کے ملت سے علیحدگی کا ثبوت دیا ہے۔ اور اس طرح عملاً یہ ثابت کیا ہے کہ وہ عامۃ المسلمین سے جدا ایک مستقل اقلیت ہیں اور حکومت نے بھی ان کی اس علیحدگی کو تسلیم کر لیا ہے تو شیعوں کو ہر شعبہ میں علیحدہ حقوق دئیے جائیں۔ آئین ساز اداروں اور ملازمتوں میں بھی ان کو تناسب آبادی کے لحاظ سے حصہ دیا جائے۔ آج سُنّی بیچارہ عموماً ماتحت ملازم ہے اور اکثر اعلیٰ اور با اختیار پوسٹوں پر شیعوں ہی کا قبضہ ہے۔ سوادِ اعظم کا پُرزور مطالبہ ہے کہ حکومت اس علیحدگی پسند فرقے کو ملازمتوں وغیرہ میں علیحدہ کر دے اور کلیدی اسامیوں اور اعلیٰ ملازمتوں میں اس کی تعداد کے تناسب سے حصہ دے۔"

تنظیم اہل سنّت کی خلافت راشدہ کانفرنس کی اس قرارداد کو نقل کرنے کے بعد شیعہ ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں:۔

"تنظیم اہل سنّت ایک قرارداد منظور کی گئی کہ شیعوں کو ان کی علیحدگی پسندی کی وجہ سے پاکستان میں علیحدہ خطّۂ زمین دیدیا جائے جس طرح ہندوستان کی تقسیم کی گئی تھی۔"

(المنتظر لاہور ۶ اگست ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۳-۱۴)

الفرقان ۔ ہم تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ کیا یہ باتیں قوموں کے پنپنے کی ہیں یا بربادی کی؟

(۸) مولوی صاحبان حرام کہنے کے باوجود تصاویر کھنچواتے ہیں۔

"جو حضرات مولوی کہلاتے ہیں ان سے ہمارا یہ سوال ہے کہ جو آپ کی

تصویریں بڑے اہتمام سے شائع ہو رہی ہیں کیا یہی شوکت اسلام اور یہی آئین شریعت ہے ...... ہم نے آج تک نہ کبھی مودودی صاحب ہی کا کوئی ایسا بیان پڑھا اور نہ ہی مولانا احتشام الحق اور مولوی محمود صاحب اور مولوی غلام غوث ہزاروی کا کہ یہ ہماری تصویریں ہماری مرضی کے خلاف کھینچ لی جاتی ہیں۔ ہم اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات شوکت اسلام اور آئین شریعت کے داعی بھی ہیں اور تہذیب اغیار کے شیدائی بھی ؎

یہ مسجد ہے یہ میخانہ تعجب اس پر آتا ہے
جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی"

(ماہ طیبہ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۷۰ء)

اس اقتباس کو درج کرنے کے بعد مدیر تنظیم اہلحدیث لکھتے ہیں کہ:-

"ٹوبہ ٹیک سنگھ کی سُنی کانفرنس میں جو تصاویر اُتریں اور اس کی جو کارروائی اخبارات میں شائع ہوئی وہ بھی یقیناً ماہ طیبہ کی نظر سے گزری ہو گی۔" (تنظیم اہلحدیث ۱۲ اگست سنہ ۱۹۷۰ء)

الفرقان۔ گویا سارے ہی علماء تصویر کو حرام بھی کہتے ہیں اور اس حرام کے مرتکب بھی ہو رہے ہیں ع

این خانہ ہمہ آفتاب است

(طابع و ناشر:- ابوالعطاء جالندھری۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

فیصلہ ھائی کورٹ مغربی پاکستان

باجلاس مسٹر جسٹس محمد گل

— و —

مسٹر جسٹس کرم الہی چوھان

بمقدمہ آغا عبدالکریم شورش کشمیری بنام صوبہ مغربی پاکستان مطبوعہ ۱۹۶۹ پی - ایل - ڈی صفحہ نمبر ۲۸۹ - اس مقدمہ میں یہ امر واضح طور پر زیر تنقیح تھا - کہ آیا احمدی مسلمان ھیں - اس تنقیح پر عدالت موصوف کا فیصلہ حسب ذیل ھے :

”سائل کے وکیل کی بحث کا تمام تر انحصار اس بات پر تھا کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ نہیں ھیں اور یہ کہ دستور پاکستان سائل کو یہ حق دیتا ھے کہ وہ اس بات کا اظہار کرسکے لیکن فاضل وکیل نے اس امر کو نظر انداز کردیا ھے کہ احمدیوں کو بحیثیت پاکستان کے شہری ھونے کے دستور پاکستان کی رو سے اسی قسم کی آزادی حاصل ھے کہ وہ اس بات کا اقرار و اعلان کریں کہ وہ اسلام کے دائرہ کے اندر ھیں - یہ امر ھمارے نزدیک بعید از فہم ھے کہ سائل دوسروں کو وہ حق دینے سے انکار کرے جس حق کا وہ خود کو مستحق قرار دیتا ھے - یقیناً احمدیوں کو خوفزدہ کر کے ایسا نہیں کیا جاسکتا - اصل سوال یہ ھے کہ کس حد تک سائل اور اس کے دوسرے ھمخیال لوگ قانون کی رو سے احمدیوں کو اس امر کے اظہار سے روک سکتے ھیں کہ احمدی اسلام کے ایسے ھی اچھے پیرو ھیں جیسا کہ کوئی دوسرا شخص جو خود کو مسلمان کہتا ھو خواہ احمدیوں کو اسلام کے دوسرے فرقوں سے بعض مسائل میں اختلافات ھوں،،

”ھمارے لئے معاملہ کے اس پہلو کو زیر غور لانا

لازمی ہے کیونکہ سائل کے فاضل وکیل نے اپنی بحث کے دوران میں منیر تحقیقاتی رپورٹ بابت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کا حوالہ دیا ہے جس میں احمدیوں اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے درمیان اختلاقی مسائل کو نمایاں کیا گیا ہے اور بعض واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں احمدی کہلانے والے لوگوں پر مرتد ہونے کا الزام لگایا گیا تھا اور بعض کو قتل کیا گیا تھا ۔ مثل پر دو فیصلہ جات لائے گئے ہیں جن میں سے ایک فیصلہ سابق پنجاب کی ایک ماتحت عدالت کا ہے اور دوسرا فیصلہ سابق ریاست بہاولپور کی ایک ضلعی عدالت کا ہے ۔ ان فیصلہ جات میں قرار دیا گیا تھا کہ احمدی مسلمانوں کا فرقہ نہیں ہیں ۔ ہمیں حیرت ہے کہ یہ فیصلہ جات کس طرح امر متعلق ہوسکتے ہیں ۔ یہ فیصلہ جات ماتحت عدالتوں کے ہیں اور زیر دفعہ نمبر ۱۳ ایکٹ شہادت ۱۸۷۲ء یہ فیصلہ جات غیر متعلق ہیں ۔

ایسی نظائر کے متعلق جن میں احمدیوں کو مرتد قرار دے کر قتل کیا گیا ہمارے لیے صرف اس قدر کہ دنیا کافی ہے کہ یہ افسوسناک نظائر مذہب کے نام پر ظلم کو ثابت کرتی ہیں ۔ اور جب تک کہ انسانی معاملات میں کوئی شرافت باقی ہے انسانی ضمیر ان کے خلاف ہمیشہ بغاوت کرتی رہے گی ۔ علاوہ ازیں یہ مثالیں حقیقی اسلام کے ارشادات و احکام کے قطعی منافی ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی دوسری سورۃ کی آیت نمبر ۲۵۶ سے ظاہر ہے جس میں انسانی ضمیر کی آزادی کے تحفظ کے متعلق واضح حکم دیا گیا ہے ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :-

''دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر روا نہیں''

''فکر و ضمیر کی آزادی کا تحفظ اس سے زیادہ واضح الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا تھا''

of the matter, because the petitioners' learned counsel in the course of his argument referred to certain parts of Munir's Enquiry Report on Punjab Disturbances of 1953 high-lighting the doctrinal differences between the Ahmadis and other sects among Muslims and to certain incidents where certain persons professing to be Ahmadis were dubbed as 'Murtads' and in some cases killed. Two judgments, one of a subordinate court in the former Punjab and the other from a district court in what was once Bahawalpur State, wherein it was held that Ahmadis are not a sect of Islam were also placed within record. We wonder how these instances are relevant. The judgments are of subordinate courts and they are not relevant even under section 13 of the Evidence Act, 1872. As to instances of Ahmadis being dubbed as 'Murtads' and done to death, all that we need to say is that these are sad instances of religious persecution against which human conscience must revolt, if any decency is left in human affairs. How far these instances are opposed to the true Islamic precepts and injunctions [illegible] be manifest from Chapter 2 ; 256 of [illegible] Holy Quran which guarantees freedom of conscience in clear mandatory terms which are translated thus :—

"Let there be no compulsion in religion".

"Freedom of thought and conscience could not have been guaranteed in clearer terms."

P. L. D. 1969 Lahore 289
Before Muhammad Gul and
Karam Elahee Chauhan, JJ
Agha ABDUL KARIM SHORISH
KASHMIRI AND OTHERS—
Petitioners
versus
PROVINCE OF WEST PAKISTAN
Respondent writ petition No. 937
of 1968, decided on 22nd July
1968.

"The whole burden of argument of petitioners' learned counsel was that Ahmadis are not a sect of Islam and the petitioners' right to say so is guaranteed by the Constitution. But learned counsel overlooks the fact that Ahmadis as citizens of Pakistan are also guaranteed by the Constitution the same freedom to profess and proclaim that they are within the fold of Islam. How can the petitioners deny to others what they claim for themselves is beyond our comprehension? Certainly not by terrorising them. The question at the root is how far the petitioners and others like-minded can in law prevent the Ahmadis from professing that notwithstanding any doctrinal differences with the other sects of Islam they are as good followers of Islam as anybody else who calls himself a Muslim".

"We are obliged to consider this aspect
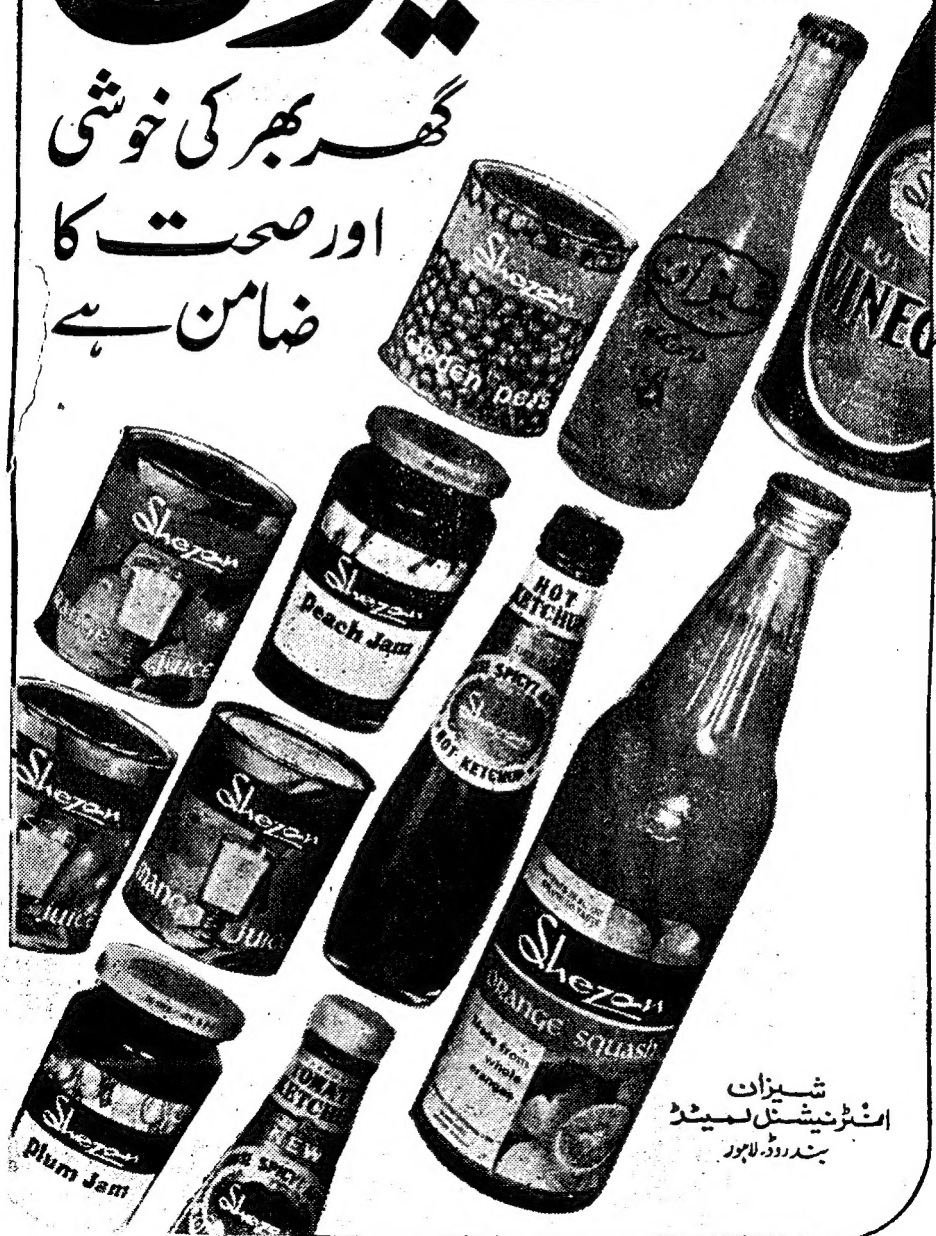
شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Peach Jam
HOT KETCHUP
Plum Jam
ORANGE SQUASH
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ، لاہور